جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلہ

لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ
القرآن الحکیم ۶۵:۱۲

صلح ۱۳۸۷ ہش
جنوری ۲۰۰۸ء
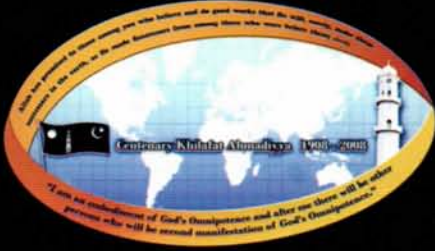
THE SITE OF SECOND MANIFESTATION OF DIVINE GRACE IN THE FORM OF KHILAFAT-E-AHMADIYYA

Al-Hilal presents...

100 Years of Khilafat

A Gift For All

Themes & Deadlines:

Khalifatul-Masih III and Khalifatul-Masih IV
(May Allah be pleased with them both) - [2/15/08]

Khalifatul-Masih V
(May Allah be his support) - - - - [4/15/08]

A Guide to Qadian - - - - [7/15/08]

thealhilal@yahoo.com

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (2:258)

النــــور

جنوری 2008

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

فہرس

لکھنے کا پتہ:
Editors Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905
karimzirvi@yahoo.com

يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ

(لقمٰن: 14، الروم: 32، الانعام: 15)

اے میرے پیارے بیٹے! اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرا۔ یقیناً شرک ایک بہت بڑا ظلم ہے۔

{700 احکامِ خُداوندی صفحہ 48}

قرآن کریم

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُ ... رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ ۗ وَاِنْ
کَانُوْا مِنْ قَبْلُ ... ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۙ وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ۗ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ○
... فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ○

(الجمعة: 2-5)

جہاں تک نظر دوڑاؤ مخلوق ... حالت میں پاؤ گے۔ باوجود اس حالت کے آزادی یہاں تک ہے کہ شاکت مذہب کے متعلق تک بھی کتابیں شائع ہوگئی ہیں اور گپت پرکاش کے ... سے ان کے حالات ظاہر ہوگئے ہیں۔ کوئی مذہب ایسا نہیں ... جو اس وقت دنیا میں موجود ہو اور اس کے عقائد اور متعلقات پبلک کے سامنے نہ آ گئے ہوں۔ جب یہ حالت ہے تو پھر میں مسلمانوں سے خطاب کرکے پوچھتا ہوں کہ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ (الصف: 10) کا وقت کب آئے گا؟ اور علامات اور واقعات سے اگر تم استدلال نہیں کرتے تو مجھے اس کا جواب دو کہ مذاہب مختلفہ کا ظہور تو اب ہو چکا ہے وہ رسول اس وقت کہاں ہے جس نے اسلام کو جمیع ملل پر غالب کرکے دکھانا ہے؟ الغرض انسان کی اپنی ضرورتیں، پس وپیش کی ضرورتیں، اعمال کا مقابلہ، عقل اور فطرت کے ساتھ عقلاء کی گواہیاں، راستبازوں کی گواہیاں، اپنے نفس کی گواہیاں، موجودہ ضروریات کیا کافی نہ تھیں یہ ثابت کرنے کے واسطے کہ یہ زمانہ امام کا زمانہ ہے۔ بے شک یہ ساری شہادتیں کافی ہیں کہ یہ امام کا زمانہ ہے! اور یہ سچ ہے کہ کوئی درخت جڑ کے سوا کوئی کام ایک مخزن کے سوا نہیں چلتا۔ آخر خدا ہی کا فضل ہوا۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ○ اللہ تعالیٰ بڑے ہی فضلوں کا مالک ہے یہ اسی کا فضل ہے کہ وہ کسی کے زمانہ میں امام، معلم، مزکّی، تالی بھیج دیتا ہے اور کوئی قوم کا دردمند انسان مبعوث فرما دیتا ہے!　　(حقائق الفرقان جلد چہارم صفحات 110-111)

میری سنو! قرآن شریف آیاتِ محکمات ہے۔ وہ لاریب اختلاف مٹانے کیلئے حَکَم ہے مگر اس پر مسلمانوں نے توجہ نہیں کی اور اس کو چھوڑ دیا۔ وہ اپنی نزاعوں کو قرآن شریف کے سامنے عرض نہیں کرتے ۔۔ قرآن کریم کو ہرگز حَکَم اور فیصلہ کُن نہیں مانتے اگر اس پر ایمان ہوتا تو بڑی صفائی سے یہ بات سمجھ میں آجاتی کہ سچی توجہ کیلئے ایک کامل الایمان مزکّی اور مطہّر کی ضرورت ہے جو اپنی قدسی قوت کے اثر سے دلوں کے زنگ دُور کرے۔ بدوں مزکّی کے یہ بات حاصل نہیں ہوسکتی! اور یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ سمجھ میں نہ آسکے بلکہ وسیع نظارۂ قدرت میں اس کے نظائر موجود ہیں!

دیکھو ایک درخت کی ٹہنی جب تک درخت کے ساتھ پیوند رکھتی ہے وہ سرسبز ہوتی ہے۔ حالانکہ اس کو جو پانی کی غذائیت ملتی ہے وہ بہت ہی کم ہوتی ہے۔ اب اگر اس کو دیکھ کر ایک نادان اس کو کاٹ کر پانی کے ایک گڑھے میں ڈال دے کہ لے تو اب جس قدر پانی چاہے جذب کر اور اپنے دل میں خوش ہو کہ یہ بہت جلد بارآور ہو جائے گی تو اس کی حماقت اور نادانی میں کیا شک رہ جائے گا۔ جب وہ ڈالی بہت جلد خشک ہو کر سڑ گل جائے گی اور اس کو بتا دے گی کہ میں سرسبز نہیں رہ سکتی ... درخت سے الگ ہو کر! اسی طرح یہ نظارۂ قدرت عام اور وسیع ہے اور اس سے صاف سبق ملتا ہے کہ ایک مزکّی کی ضرورت ہے جس کے ساتھ پیوند لگا ... اپنے تزکیہ کا حصہ لے سکتا ہے۔ ورنہ مزکّی سے الگ رہ کر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ وہ اپنی اصلاح اور تزکیہ کرے گا۔ یہ غلط ہے اور محض غلط ہے بلکہ ... "این خیال است ومحال است وجنوں" اور وہی مشکلے دارم کا سچا مسئلہ۔

(حقائق الفرقان جلد چہارم صفحہ 99)

اَحادیثِ مبارکہ

عَنِ ابنِ عبَّاسٍ ؓ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلَّم قال: من رأی من امیرِہٖ شَیْئًا یَکْرَہُ فَلْیَصْبِرْ عَلَیْہِ فَاِنَّہٗ مَنْ فَارَقَ الجماعۃ شبرًا فیمُوتُ میتۃً جاھِلِیَّۃً۔

(بخاری کتاب الفتن باب قول النبی سترون بعدی امورًا)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے سرداراورامیر میں کوئی ایسی بات دیکھے جواسے پسند نہ ہو توصبر سے کام لے کیونکہ جوشخص جماعت سے ایک بالشت بھی دُور ہوتا ہے وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

☆ ☆ ☆

عَنْ عبدِ الرَّحمٰنِ بْنِ عَمْرٍو السُّلَمِیّ انّہٗ سمع العِرباضَ بنَ ساریۃَ ؓ قَالَ وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وسلَّم مَوْعِظَۃً ذَرِفَتْ مِنْھَا العیونُ ووجلت منھا القلوبُ قلنا یارَسُوْلَ اللّٰہِ! اِنَّ ھٰذِہٖ لَمَوْعِظَۃُ مُوَدِّعٍ فَاِذَا تَعْھَدُ اِلَیْنَا قَالَ: قَدْ تَرَکْتُکُمْ علی البیضاءِ لیلھا کنھارھا لا یزیغ عنھا بعدی اِلَّا ھَالِکٌ وَمَنْ یَعِشْ مِنْکُمْ فَسَیَرٰی اختلافًا کَثِیْرًا فَعَلَیْکُمْ بِمَا عرفتم من سُنَّتی وَسُنَّۃِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ وَعَلَیْکُمْ بِالطَّاعَۃِ وَاِنْ عَبْدًا حَبْشِیًّا عَضُّوا علیھا بالنَّواجذ فانّما المؤمن کَالْجَمَلِ الْاَنِفِ حَیْثُمَا اُنْقِیْدَ اِنْقَادَ۔

(مسند احمد جلد4صفحہ 126 ابو داؤد کتاب السنۃ باب فی لزوم السنۃ)

حضرت عبدالرحمن بن عمرو سلمیؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے عرباض بن ساریہؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک بار آنحضرت ﷺ نے ایک ایسا پُراثر وعظ کیا کہ جس کی وجہ سے آنکھوں سے آنسو بہ پڑے دل ڈر گئے۔ ہم نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! یہ تو ایسی نصیحت ہے جیسے ایک الوداع کہنے والا وصیت کرتا ہے ہمیں کوئی ہدایت فرمائیے کہ ہم صراط مستقیم پر قائم رہیں۔ آپؐ نے فرمایا میں تمہیں ایک روشن اور چمکدار راستے پر چھوڑے جا رہا ہوں۔ اس کی رات بھی اس کے دن کی طرح ہے۔ سوائے بدبخت کے اس سے کوئی بھٹک نہیں سکتا اور تم میں سے جو شخص رہا وہ بڑا اختلاف دیکھے گا۔ ایسے حالات میں تمہیں میری جانی پہچانی سنت پر چلنا چاہیئے اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنت پر چلنا چاہیئے۔ تم اطاعت کو اپنا شعار بناؤ خواہ حبشی غلام ہی تمہارا امیر مقرر کردیا جائے۔ اس دین کو تم مضبوطی سے پکڑو۔ مومن کی مثال نکیل والے اونٹ کی سی ہے۔ جدھر اسے لے جاؤ وہ ادھر چل پڑتا ہے اور اطاعت کا عادی ہوتا ہے۔

......☆......☆......☆......

ارشاداتِ عالیہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''خدا تعالیٰ اس اُمت کیلئے خلافت دائمی کا صاف وعدہ فرماتا ہے اگر خلافت دائمی نہیں تھی تو شریعت موسوی کے خلیفوں سے تشبیہ دینا کیا معنی رکھتا تھا اور اگر خلافتِ راشدہ صرف تیس برس تک رہ کر پھر ہمیشہ کیلئے اُس کا دور ختم ہو گیا تھا تو اس سے لازم آتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا ہرگز یہ ارادہ نہ تھا کہ اس امت پر ہمیشہ کیلئے ابوابِ سعادت مفتوح رکھے کیونکہ رُوحانی سلسلہ کی موت سے دین کی موت لازم آتی ہے اور ایسا مذہب ہرگز زندہ نہیں کہلا سکتا جس کے قبول کرنے والے خود اپنی زبان سے ہی یہ اقرار کریں کہ تیرہ سو برس سے یہ مذہب مرا ہوا ہے اور خدا تعالیٰ نے اس مذہب کے لئے ہرگز یہ ارادہ نہیں کیا کہ حقیقی زندگی کا وہ نُور جو نبی کریم کے سینہ میں تھا وہ توارث کے طور پر دوسروں میں چلا آوے۔

افسوس کہ ایسے خیال پر جمنے والے خلیفہ کے لفظ کو بھی جو استخلاف سے مفہوم ہوتا ہے تدبّر سے نہیں سوچتے کیونکہ خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اور رسول کا جانشین حقیقی معنوں کے لحاظ سے وہی ہو سکتا ہے جو ظلّی طور پر رسول کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہو اس واسطے رسول کریمؐ نے نہ چاہا کہ ظالم بادشاہوں پر خلیفہ کا لفظ اطلاق ہو کیونکہ خلیفہ درحقیقت رسول کا ظلّ ہوتا ہے اور چونکہ کسی انسان کیلئے دائمی طور پر بقا نہیں لہٰذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دُنیا کے وجودوں سے اشرف اولیٰ ہیں ظلّی طور پر ہمیشہ کیلئے تا قیامت قائم رکھے سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دُنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکاتِ خلافت سے محروم نہ رہے پس جو شخص خلافت کو صرف تیس برس تک مانتا ہے وہ اپنی نادانی سے خلافت کی علّت غائی کو نظر انداز کرتا ہے اور نہیں جانتا کہ خدا تعالیٰ کا یہ ارادہ تو ہرگز نہیں تھا کہ رسول کریم کی وفات کے بعد صرف تیس برس تک رسالت کی برکتوں کو خلیفوں کے لباس میں قائم رکھنا ضروری ہے۔ پھر بعد اس کے دُنیا تباہ ہو جائے تو ہو جائے کچھ پرواہ نہیں بلکہ پہلے دنوں میں تو خلیفوں کا ہونا بجز شوکتِ اسلام پھیلانے کے کچھ اور زیادہ ضرورت نہیں رکھتا تھا کیونکہ انوار رسالت اور کمالاتِ نبوت تازہ بتازہ پھیل رہے تھے اور ہزار ہا معجزات بارش کی طرح ابھی نازل ہو چکے تھے۔ اور اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو اس کی سنت اور قانون سے یہ بھی بعید نہ تھا کہ بجائے ان چار خلیفوں کے اُس تیس برس کے عرصہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کو ہی بڑھا دیتا۔ اس حساب سے تیس برس کے ختم ہونے تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کل 93 برس کی عمر تک پہنچتے اور یہ اندازہ اس زمانہ کی مقرر عمروں سے نہ کچھ زیادہ اور نہ اُس قانونِ قدرت سے کچھ بڑھ کر ہے جو انسانی عمروں کے بارے میں ہماری نظر کے سامنے ہے۔ پس یہ حقیر خیال خدا تعالیٰ کی نسبت تجویز کرنا کہ اس کو صرف اس امت کے تیس برس کا ہی فکر تھا اور پھر اس کو ہمیشہ کیلئے ضلالت میں چھوڑ دیا اور وہ نور جو قدیم سے انبیاء سابقین کی اُمت میں خلافت کے آئینہ میں وہ دکھلاتا رہا اس امت کے لئے دکھلانا اس کو منظور نہ ہوا۔ کیا عقل سلیم خدائے رحیم و کریم کی نسبت ان باتوں کو تجویز کرے گی ہرگز نہیں۔ اور پھر یہ آیت خلافتِ آئمہ پر گواہ ناطق ہے۔ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُوْنَ کیونکہ یہ آیت صاف صاف پکار رہی ہے کہ اسلامی خلافت دائمی ہے اسلئے کہ يَرِثُهَا کا لفظ دوام کو چاہتا ہے وجہ یہ کہ اگر آخری نوبت فاسقوں کی ہو تو زمین کے وارث وہی قرار پائیں گے نہ کہ صالح اور سب کا وارث وہی ہوتا ہے جو سب کے بعد ہو۔''

(رُوحانی خزائن جلد 6 شہادت القرآن صفحات 57-58)

کلام امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

پیشہ ہے رونا ہمارا پیشِ ربِّ ذُوالمنن
یہ شجر آخر کبھی اس نہر سے لائیں گے بار

جن میں آیا ہے مسیحِ وقت وہ مُنکر ہوئے
مر گئے تھے اس تمنا میں خواصِ ہر دیار

مَیں نہیں کہتا کہ میری جاں ہے سب سے پاک تر
مَیں نہیں کہتا کہ یہ میرے عمل کے ہیں ثمار

مَیں نہیں رکھتا تھا اِس دعویٰ سے اک ذرّہ خبر
کھول کر دیکھو براہیں کو کہ تا ہو اِعتبار

گر کہے کوئی کہ یہ منصب تھا شایانِ قریش
وہ خدا سے پوچھ لے میرا نہیں یہ کاروبار

مجھ کو بس ہے وُہ خُدا عُہدوں کی کچھ پروا نہیں
ہو سکے تو خود بنو مہدی بحکمِ کردگار

افترا لعنت ہے اور ہر مفتری ملعون ہے
پھر لعیں وہ بھی ہے جو صادق سے رکھتا ہے نقار

تشنہ بیٹھے ہو کنارِ جُوئے شیریں حَیف ہے
سر زمینِ ہند میں چلتی ہے نہرِ خوشگوار

ان نشانوں کو ذرا سوچو کہ کس کے کام ہیں
کیا ضرورت ہے کہ دکھلاؤ غضب دیوانہ وار

مفت میں ملزم خدا کے مت بنو اَے مُنکرو
یہ خدا کا ہے نہ ہے یہ مفتری کا کاروبار

یہ فتوحاتِ نمایاں یہ تواتر سے نشاں
کیا یہ ممکن ہے بشر سے کیا یہ مکّاروں کا کار

خطبہ جمعہ

جومومنوں میں سے خلیفے ہوتے ہیں ان کو بھی اللہ ہی بنا تا ہے۔ان کو خوف پیش آتا ہے مگر خدا تعالیٰ ان کو تمکنت عطا کرتا ہے جب کسی قسم کی بدامنی پھیلے تو اللہ ان کیلئے امن کی راہیں نکال دیتا ہے۔جو ان کا منکر ہو اس کی پہچان یہ ہے کہ اعمال صالحہ میں کمی ہوتی چلی جاتی ہے اور وہ دینی کاموں سے رہ جاتا ہے.

تم سب لوگ اپنے اندر مطالعه کرو۔ میں تو عالم الغیب نہیں تم سوچو۔کیا تم میں سے کبھی کسی نے جھوٹ بولا ہے یا نہیں۔ کسی کو چکمه دیا ہے یا نہیں کسی نے کسی سے فریب یا دھوکه کیا ہے یا نہیں۔بدمعاملگی کی ہے یا نہیں۔بدنظری کی ہے یا نہیں

اپنے نفسوں کی اصلاح کرو۔اپنے نامہ اعمال کو سیاہ ہونے سے بچاؤ دوسرے کو جب کہو کہ پہلے خود سیدھے ہو لو۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرمودہ 12 ستمبر 1913

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ
أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○
اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○
صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً
(البقرۃ:31)

کی تلاوت کے بعد فرمایا:

دنیا میں خلیفے پیدا ہوئے، ہوتے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ چار قسم کے آدمیوں پر تصریح کی ہے۔ جناب الٰہی نے ایک حضرت آدم کو فرمایا۔

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ
(ص:27)

اے داؤد! ہم نے تجھے خلیفہ بنایا۔

ایک سارے جہان کے آدمیوں کو خلیفہ کا لقب دیا۔

ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ
(یونس:15)

ہر انسان کو فرماتا ہے تم کو خلیفہ بنایا۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارے اعمال کیسے ہوں گے؟

ایک دفعہ جب میرا بیٹا پیدا ہوا، اگر وہ نہ ہوتا تو اس وقت ایک شخص تھا جس کا خیال تھا میں ہی وارث ہو جاؤں گا، تو کسی نے اس شخص سے بھی ذکر کر دیا۔ اس کو بڑا رنج ہوا اور بے ساختہ اس کے منہ سے نکل گیا کہ یہ بدبخت کہاں سے پیدا ہو گیا۔ میری تو ساری امیدوں پر پانی پھر گیا۔ مگر آج دیکھتا ہوں کہ وہ بالکل لاولد ہے۔ نہ لڑکی نہ لڑکا اور پھر خدا کا ایسا فضل ہے کہ اک باغ لگا دیا۔

سو کسی قسم کا خلیفہ ہو اس کا بنانا جنابِ الٰہی کا کام ہے۔ آدم کو بنایا تو اس نے۔ داؤد کو بنایا تو اس نے۔ ہم سب کو بنایا تو اس نے۔ پھر حضرت نبی کریمؑ کے جانشینوں کو ارشاد ہوتا ہے:

وَعَدَ اللہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا

(النور:56)

جو مومنوں میں سے خلیفے ہوتے ہیں ان کو بھی اللہ ہی بناتا ہے۔ ان کو خوف پیش آتا ہے مگر خدا تعالیٰ ان کو تمکنت عطا کرتا ہے۔ جب کسی قسم کی بدامنی پھیلے تو اللہ ان کیلئے امن کی راہیں نکال دیتا ہے۔ جو ان کا منکر ہو اس کی پہچان یہ ہے کہ اعمال صالحہ میں کمی ہوتی چلی جاتی ہے اور وہ دینی کاموں سے رہ جاتا ہے۔ جنابِ الٰہی نے ملائکہ کو فرمایا کہ میں خلیفہ بناؤں گا کیونکہ وہ اپنے مقربین کو کسی آئندہ معاملہ کی نسبت جب چاہے اطلاع دیتا ہے۔ ان کو اعتراض سوجھا جو ادب سے پیش کیا۔ ایک دفعہ ایک شخص نے مجھے کہا۔ حضرت صاحب نے دعویٰ تو کیا ہے مگر بڑے بڑے علماء اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ میں نے کہا وہ خواہ کتنے بڑے ہیں مگر فرشتوں سے بڑھ کر تو نہیں۔ اعتراض تو انہوں نے بھی کر دیا اور کہا

اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ

(البقرۃ:31)

کیا تو اسے خلیفہ بناتا ہے جو بڑا فساد ڈالے اور خونریزی کرے؟

یہ اعتراض ہے مگر مولیٰ! ہم تجھے پاک ذات سمجھتے ہیں۔ تیری حمد کرتے ہیں تیری تقدیس کرتے ہیں۔ خدا کا انتخاب صحیح تھا مگر خدا کے انتخاب کو ان کی عقلیں کب پا سکتی تھیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت بھی جھگڑا ہوا:

مَا کَانَ لِیَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓی اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ

(ص: 70)

ادھر مکہ والوں نے کہا

لَوْ لَا نُزِّلَ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ

(الزخرف:32)

یہ دستار فضیلت کسی بڑے نمبردار کے سر پر بندھتی۔ اللہ نے اس کے جواب میں ایک دلیل دی ہے۔

اَھُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّکَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَھُمْ مَّعِیْشَتَھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا۔

(الزخرف:33)

ان امیروں کو امیر کس نے بنایا؟ عظماء کو عظیم کس نے کیا؟ آخر کہو گے خدا نے۔ پس اسی طرح یہ کام بھی خدا نے اپنی مرضی و مصلحت سے کیا۔

پھر فرمایا:

دو قسم کے غلام ہوتے ہیں۔

اَحَدُھُمَآ اَبْکَمُ لَا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ وَّھُوَ کَلٌّ عَلٰی مَوْلٰهُ اَیْنَمَا یُوَجِّھْهُّ لَا یَاْتِ بِخَیْرٍ

(النحل:77)

گونگا کسی چیز پر قادر نہیں۔ جہاں جائے کوئی خیر نہ لائے۔

دوم وہ جو

یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَھُوَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

(النحل:77)

عدل پر چلتا عدل کا حکم کرتا ہے اور صراط مستقیم پر ہے

اب ان میں سے وہی پسند ہوگا جو مومن کا خدمت گزار ہوگا۔

میں تم سے زیادہ علم رکھتا ہوں اور خوب جانتا ہوں کہ رسالت کے بار اٹھانے کے قابل کون ہے۔

اَللہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ

(الانعام:125)

تم علم میں اور ہر امر میں ہمارے محتاج ہو۔

لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ

(الانبیاء:24)

تمہارا کوئی حق نہیں کہ ہمارے کاموں پر نکتہ گیری کرو۔ کیونکہ تمہیں علم نہیں اور مجھے علم ہے۔ اس کا ثبوت بھی لے لو۔ ہم آدم کو چند اسماء سکھا دیتے ہیں تم کو نہیں

سکھاتے۔ دیکھیں کہ بغیر ہمارے بتانے اور سکھانے کے تم بھی وہ اسماء بتا سکو۔ فرشتوں نے عرض کیا۔ بے شک ہمیں کوئی ذاتی علم نہیں۔ علم وہی ہے جو آپ کسی کو بخشیں۔ معلوم ہوتا ہے ملائکۃ اللہ جو ہیں ان کو اپنی جماعت کے بھی اسماء معلوم نہ تھے۔ جب گھر کے ممبروں کی خبر نہیں تو دنیا کے کاموں میں دخل کیا دے سکیں گے۔

تم سب لوگ اپنے اندر مطالعہ کرو۔ میں تو عالم الغیب نہیں تم سوچو۔ کیا تم میں سے کبھی کسی نے جھوٹ بولا ہے یا نہیں۔ کسی کو چکمہ دیا ہے یا نہیں۔ کسی نے کسی سے فریب یا دھوکہ کیا ہے یا نہیں۔ بدمعاملگی کی ہے یا نہیں۔ بدنظری کی ہے یا نہیں پھر خدا تو علیم وحکیم ہے۔ کیا وجہ ہے اس نے تو تم سے کہا۔

يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ

(النور: 31)

كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ

(التوبة: 119)

وَلَعْنَتُ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ

(آل عمران: 62)

لَا تَاْكُلُوْا اَمْوَا لَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ

(البقرة: 189)

تم نے ان احکام کی کہاں تک تعمیل کی جو دوسروں کو کہتے ہو

تو کار زمیں را نکو ساختی
کہ با آسماں نیز پرداختی

اپنی حالت کا مطالعہ کرو۔ پچھلی حالت پر غور کر کے دیکھو۔ جہاں پر اعتراض کرتے ہو پہلے اپنے آپ کی تو خبر لے لو اور اصلاح کرو۔ میں تم سب کو السلام علیکم کہتا ہوں۔ عید کی نماز کے بعد میری ایسی حالت ہوگئی کہ اب تک مسجد میں نماز کے لئے نہیں آسکا۔ اب بھی میں جانتا ہوں کہ میری کیا حالت ہے۔ اپنے نفسوں کی اصلاح کرو۔ اپنے نامہ اعمال کو سیاہ ہونے سے بچاؤ۔ دوسرے کو جب کہو کہ پہلے خود سیدھے ہو لو۔

(الفضل جلد1 نمبر14-17 ستمبر1913 صفحہ15)

(بحوالہ خطباتِ نور صفحہ 604-607)

نورِ دیںؓ

ڈاکٹر مہدی علی چودھری

نورِ دیں، نورِ مجسّم، مظہرِ نورِ ہدیٰ
زندۂ جاوید ہے تو پیکرِ صدق و صفا

وادئ اسلام میں تیری وفاؤں کا سرود
گونجے گا تا بہ ابد اے طائرِ شیریں نوا

بدھ کی مانند چل دیا تو چھوڑ کر اپنا وطن
راہِ حق میں کر دیا قربان سارا مال و جاہ

لحہ لحہ کٹ گیا پھر خدمت اسلام میں
زندگی عشقِ خدا، بے مثل ہے تیری وفا

تھا خدا کی ذات پر تیرا توکّل بے مثال
جو بھی تیرے پاس تھا سب کردیا اس پہ فدا

تھی تجھے قربت امامِ وقت سے کچھ اسطرح
پا سکا نہ جس کو کوئی دوسرا تیرے سوا

"وہ غروبِ شمسِ وقتِ صبحِ محشر آفریں"
آگیا جب مہدئ موعود کا وقتِ وداع

مومنوں کے دل حزیں تھے آنکھ غم سے تھی سیاہ
بن گیا ایسے میں تو امید کا روشن دیا

بیچ سب تاروں کے چمکا تو کہ جیسے ہو قمر
موتیوں کا ہار تو نے وہ بکھرنے نہ دیا

ہر عدُو کے برمقابل تو ہوا فتح نصیب
تیرے ہاتھوں پہ خدا نے دیں کو مستحکم کیا

وہ بنا رکھی خلافت کی ہو تجھ پہ آفریں
تمکنت دیں کو ملی اور ٹل گیا ہر ابتلا

راہِ جذب و شوق میں تیرا سفر تھا بامراد
منزلِ مقصود پائی مل گیا تجھ کو خدا

فرمودات حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ

قرآن کریم کی خوبیاں

قرآن کریم میں تین خوبیاں ہیں۔ پہلی کتابوں کی غلطیوں کو الگ کر کے ان کے مفید حصہ کو عمدہ طور پر پیش کیا ہے اور جو ضروریات موجودہ زمانہ کی تھیں ان کو اعلیٰ رنگ میں پیش کیا۔ اس کے سوا جتنے مضامین ہیں اللہ کی ہستی، قیامت، ملائکہ، کتب، جزا و سزا اور اخلاق میں جو پیچیدہ مسئلے ہیں ان کو بیان کیا جیسے کہ کوئی بدکار ہمارے مذہب پر ناپاک حملہ کرے تو اس کے مقابلے کے لئے فرمایا کہ ان کو گالیاں مت دو۔

فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ۔

(الانعام:109)

ہر ایک امت کے لئے وہ اعمال جو اس کے کرنے کے قابل تھے وہ اس کے سامنے خوبصورت کر کے پیش کئے گئے تھے۔ مگر پھر اندھوں کیلئے روشنی کا کیا فائدہ۔ میں نے اس کا مقابلہ دوسری کتابوں سے کیا ہے۔ انجیل کو دیکھو تو اس سے شروع ہوتی ہے کہ فلاں بیٹا فلاں کا اور فلاں بیٹا فلاں کا۔ مگر قرآن کریم الحمد سے شروع ہوتا ہے اور انجیل کے آخر میں لکھا ہے کہ پھر اس کو یہودیوں نے پھانسی دے دیا۔ ہماری کتاب کے آخر میں

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ مَلِكِ النَّاسِ ۙ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ

(النّاس:4-2)

لکھا ہے۔ بڑا افسوس ہے کہ مسلمانوں کے پاس ایک اعلیٰ کتاب ہے مگر وہ عمل درآمد کے لئے بڑے کچے ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اگر کوئی کسی کی انگلی بھر زمین ظلم سے لے لے گا تو قیامت کے دن سات زمینیں اس کے گلے کا طوق ہوں گی مگر اس پر کوئی عمل نہیں ہے۔ اسی طرح معاملات میں دیکھا جاتا ہے کہ ایک آدمی رات بھر سوچتا رہتا ہے کہ کسی کے گھر روپیہ ہو تو اس سے کسی طریق سے لیا جائے۔ پھر اگر کسی نہ کسی طریقہ سے لے لیتے ہیں تو پھر واپس دینے میں نہیں آتے۔ اسی طرح زنا، لواطت، چوری، جھوٹ، دغا، فریب سے منع کیا گیا تھا مگر آجکل نوجوان اسی میں مبتلا ہیں۔ اسی طرح تکبر اور بے جا غرور سے منع فرمایا تھا لیکن اس کے برخلاف میں دیکھتا ہوں کہ اگر کسی کو کوئی عمدہ بوٹ مل جاوے تو وہ اکڑتا ہے اور دوسروں کو پھر کہتا ہے او بلیک مَین (کالا آدمی) دوسروں کی تحقیر کرتا ہے اور بڑا تکبر کرتا ہے۔

(حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ 187۔ 186)

سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میں نے مختلف مذاہب کی کتابوں۔ اُنکے ہادیوں اور یا نبیوں کے حالات کو پڑھا ہے۔ اس لئے دعویٰ سے کہتا ہوں کہ کوئی قوم اپنے ہادی کیلئے ہر وقت دعائیں نہیں مانگتی ہے۔ مگر مسلمان ہیں کہ دنیا کے ہر حصہ میں ہر وقت ہر آن اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ کی دُعا آپؐ کیلئے کر رہے ہیں۔ جس سے آپؐ کے اور مراتب ہر آن بڑھ رہے ہیں۔ یہ خیالی اور خوشکن نہیں واقعی اسی طرح پر ہے۔ دنیا کے ہر آباد حصہ میں مسلمان آباد ہیں اور ہر وقت ان کی کسی نہ کسی نماز کا وقت ضرور ہوتا ہے جس میں لازمی طور پر اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ پڑھا جاتا ہے۔ مقرر نمازوں کے علاوہ نوافل پڑھنے والوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ اور درود شریف بطور وظائف کے پڑھنے والے بھی کثرت سے۔ اس طرح پر آپؐ کے مراتب و مدارج کا اندازہ اور خیال بھی ناممکن ہے۔ یہ عزت اور یہ فخر کسی اور ہادی کو دنیا میں حاصل نہیں ہوُا۔ (الحکم 10 فروری 1905 ص 4)

(حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ 382)

خدا کا وعدہ ہے کہ ہمیشہ خلفاء پیدا کرے گا

دنیا کے مذاہب کی حفاظت کیلئے مؤید من اللہ، نصرت یافتہ پیدا نہیں ہوتے۔ اسلام کے اندر کیسا فضل اور احسان ہے کہ وہ مامور بھیجتا ہے جو پیدا ہونے والی

بیماریوں میں دعاؤں کے مانگنے والا۔ خدا کی درگاہ میں ہوشیار انسان، شرارتوں اور عداوتوں کے بدنتائج سے آگاہ۔ بھلائی سے واقف انسان ہوتا ہے۔ جب غفلت ہوتی ہے اور قرآن کریم سے بے خبری ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہوں میں بے سمجھی پیدا ہو جاتی ہے۔ تو خدا کا وعدہ ہے کہ ہمیشہ خلفاء پیدا کرے گا جس کے سبب سے کل دنیا میں اسلام فضیلت رکھتا ہے یہ امر مشکل نہیں ہوتا کہ ہم اس انسان کو کیونکر پہچانیں۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر آیا ہے۔ اس کی شناخت کے لئے ایک نشان منجملہ اور نشانوں کے خدا تعالیٰ نے یہ مقرر فرمایا ہے کہ لَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ. خدا فرماتا ہے کہ ہمارے مامور کی شناخت کیا ہے۔ اس کیلئے ایک تو یہ نشان ہے کہ وہ بھولی بسری متاع جس کو خدائے تعالیٰ پسند کرتا ہے اس سے لوگ آگاہ ہوں اور غلطی سے چونک اٹھیں اور اسے چھوڑ دیں۔ اس کو پورا کرنے کیلئے اس کو ایک طاقت بخشی جاتی ہے۔ ایک قسم کی بہادری اور نصرت عطا ہوتی ہے۔

والدین کے حقوق

بڑے ہی بدقسمت وہ لوگ ہیں جن کے ماں باپ دُنیا سے خوش ہو کر نہیں گئے۔ باپ کی رضامندی کو مَیں نے دیکھا ہے اللہ کی رضامندی کے نیچے ہے اور اس سے زیادہ کوئی نہیں۔ افلاطون نے غلطی کھائی ہے۔ وہ کہتا ہے ''ہماری رُوح جو اوپر اور منزہ تھی ہمارے باپ اسے نیچے گرا کر لے آئے۔'' وہ جھوٹ بولتا ہے وہ کیا سمجھتا ہے کہ رُوح کیا ہے نبیوں نے بتلایا ہے کہ یہاں ہی باپ نطفہ تیار کرتا ہے پھر ماں اس نطفہ کو لیتی ہے اور بڑی مصیبتوں سے اسے پالتی ہے۔ نو مہینے پیٹ میں رکھتی ہے۔ بڑی مشقت سے

حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا

(احقاف:16)

اسے اٹھائے رکھتی ہے اور مشقت سے جنتی ہے۔

اس کے بعد وہ دوسال یا کم از کم پونے دوسال اسے بڑی تکلیف سے رکھتی ہے اور اسے پالتی ہے۔ رات کو اگر وہ پیشاب کر دے تو بستر کی گیلی طرف اپنے نیچے کر دیتی ہے اور خشک طرف بچہ کو کر دیتی ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ اپنے ماں باپ (یہ بھی میں نے اپنے ملک کی زبان کے مطابق کہہ دیا ورنہ باپ کا حق اوّل ہے اس لئے باپ ماں کہنا چاہیئے) سے بہت ہی نیک سلوک کرے۔ تم میں سے جس کے ماں باپ زندہ ہیں وہ ان کی خدمت کرے اور جس کا ایک یا دونوں وفات پا گئے ہیں وہ ان کیلئے دعا کرے، صدقہ دے اور خیرات کرے۔ ہماری جماعت کے بعض لوگوں کو غلطی لگی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ مُردہ کو کوئی ثواب وغیرہ نہیں پہنچتا۔ وہ جھوٹے ہیں ان کو غلطی لگی ہے میرے نزدیک دعا، استغفار، صدقہ و خیرات بلکہ حج، زکوٰۃ، روزے یہ سب کچھ پہنچتا ہے میرا یہی عقیدہ ہے اور بڑا مضبوط عقیدہ ہے۔

ایک صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میری ماں کی جان اچانک نکل گئی اگر وہ بولتی تو ضرور صدقہ کرتی۔ اب اگر میں صدقہ کروں تو کیا اُسے ثواب ملے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ تو اس نے ایک باغ جو اس کے پاس تھا صدقہ کر دیا۔

میری والدہ کی وفات کی تار جب مجھے ملی تو اُس وقت میں بخاری پڑھا رہا تھا۔ وہ بخاری بڑی اعلیٰ درجہ کی تھی میں نے اس وقت کہا اے اللہ میرا باغ تو یہی ہے تو پھر میں نے وہ بخاری وقف کر دی۔ فیروز پور میں فرزند علی کے پاس ہے۔

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 183-184)

خلافت

صوفیوں نے لکھا ہے کہ تمام عناصر کا مجموعہ انسان ہے۔ ہر عنصر پر ایک فرشتہ ہوتا ہے۔ وہ اپنے اپنے متعلقہ شئے کی ماہیت کو جانتے تھے۔ وہ سمجھے کہ یہ تمام عناصر جب ملیں گے ضرور ان میں اختلاف ہو گا مگر انہیں معلوم نہ تھا۔ خدا انسان کو مجموعہ کمالات بنانا چاہتا ہے۔ واقعی ہماری غذا بھی عجیب ہے کچھ اس میں پتھر (نمک) ہے کچھ نباتات کچھ حیوانات۔ پس وہ بول اٹھے کہ وہ فساد کرے گا اور خوں ریزی۔ مگر ہم تیری تسبیح و تحمید و تقدیس کرتے ہیں تیری ذات کو اس بات سے منزّہ سمجھتے ہیں کہ تیرا کوئی کام حکمت اور نیک نتیجہ سے خالی ہو۔ فرشتے جو اعتراض کر رہے تھے دراصل وہی ان پر وارد ہوتا تھا کہ وہ بنی آدم کی پیدائش اور اس کی نسل کی نسبت چاہتے تھے کہ نہ ہو گویا سفک دماء کرتے تھے اور یہ بھی فساد تھا۔

ایک دفعہ کسی شخص نے مجھے کہا بہت علماء تمہارے مرزا صاحب کو خلیفۃ اللہ نہیں

مانتے۔ میں نے کہا یہ تعجب نہیں! خلفاء پر فرشتوں نے اعتراض کئے ہیں۔ یہ علماء فرشتوں سے بڑھ کر نہیں مگر فرشتوں اور دوسرے لوگوں کے اعتراض میں فرق تھا فرشتوں نے

نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ اور سُبْحٰنَکَ لَاعِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا

کہہ کر اپنے اعتراض کو واپس لے لیا۔۔۔فرشتوں کے سوال سے انسان کو عبرت پکڑنی چاہیئے جسے نہ تو خدا کی صفات کا علم ہے نہ صفات سے پیدا شدہ فعل کا بلکہ فعل کا اثر کچھ دیکھا پس وہ کس بات پر بڑھ چڑھ کر اعتراض کرتا ہے اور مامور من اللہ کی نسبت کہتا ہے یہ نہیں چاہیئے تھا وہ چاہیئے تھا۔

(بدر 24 ستمبر 1908 صفحہ 2، حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ 123)

سوائے امام کے ترقی نہیں ہوتی

مجھے تم سے محبت ہے۔ نہ میں تمہارے سلام کا محتاج، نہ تمہارے اٹھنے بیٹھنے کا اور نہ تمہاری نذر و نیاز کا محتاج ہوں۔ میں تم سے کچھ نہیں چاہتا۔ صرف تمہاری بہتری چاہتا ہوں۔ تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ سوائے امام کے ترقی نہیں ہوتی۔ انگریزوں کی چھوٹی چھوٹی مجلسوں کے بھی پریذیڈنٹ ہوتے ہیں۔ مسلمان قوم آگاہ رہے کہ سوائے امام کے کوئی ترقی نہیں ہوتی۔ کسی نے کہا آجکل جہاد ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہیں نہیں ہوتا۔ جہاد یہ ہے کہ ان کا امام ہو اور وہ حکم دے۔ اس کے ماتحت کام کریں۔ آجکل عام مسلمانوں میں کوئی امام نہیں۔ نہ ایران نہ چین نہ مراکو نہ ٹرکی نے ترقی کی۔ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں۔ اللہ رسول فرشتوں کو گواہ کر کے تمہاری بھلائی کیلئے کہتا ہوں۔ وہم بھی نہ کرنا۔ نہ کسی طمع و غرض کے لئے کہتا ہوں ورنہ گنہگار ہو جاؤ گے۔

(خطباتِ نور صفحہ 622)

نبی کے لئے لازم نہیں کہ اس کے لئے پیشگوئی ہو اور خلیفہ کیلئے تو بالکل ہی لازمی نہیں

ایک دفعہ ایک شخص نے مجھے ایک خاص آدمی کے بارے میں پوچھا کہ آپ اسے کیسا سمجھتے ہیں۔ میں نے کہا نیک ہے، بزرگ ہے۔ اس کے بعد اس نے مجھ سے پوچھا کہ وہ تو مرزا صاحب کا مخالف ہے۔ میں نے کہا پھر کیا ہوا! آدم کی خلافت پر اس کے خلاف کہنے والے تو ملائکہ کہلاتے ہیں اور میں نے اسے مَلَک بھی نہیں کہا۔

نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ

اس پچھلی بات کا فرشتے ازالہ کرتے ہیں کہ ہم تجھے کُل عیب سے پاک سمجھتے ہیں اور تیری ذات اس سے اعلیٰ و اَرفع ہے اور اقدس ہے کہ کوئی ایسا فعل کرے جس کا نتیجہ اچھا نہ ہو۔ یہ قول کہ فرشتوں نے گویا اپنے تئیں منصبِ خلافت کے قابل سمجھا میں نے کہیں نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مَیں تم سے اَعلم ہوں اور اَب اس اَعلم ہونے کا ثبوت دیتا ہے کہ

عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان 11 فروری 1909)

جنابِ الٰہی نے ملائکہ کو فرمایا کہ میں خلیفہ بناؤں گا کیونکہ وہ اپنے مقرّبین کو کسی آیندہ معاملہ کی نسبت جب چاہے اطلاع دیتا ہے۔ ان کو اعتراض سُوجھا جو اَدب سے پیش کیا۔ ایک دفعہ ایک شخص نے مجھے کہا حضرت صاحب نے دعویٰ تو کیا ہے مگر بڑے بڑے علماء اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ مَیں نے کہا وہ خواہ کتنے بڑے ہیں مگر فرشتوں سے بڑھ کر تو نہیں۔ اعتراض تو انہوں نے بھی کر دیا اور کہا

اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ

تو ان کو ڈانٹ پلائی کہ تم کون ہوتے ہو ایسا کہنے والے۔ پس

فَاسْجُدُوْا لِاٰدَمَ

آدم کو سجدہ کرو چنانچہ ان کو ایسا کرنا پڑا۔ دیکھو خود تو عاصی اور غوری تک کہہ لیا مگر فرشتوں نے چُوں کی تو اس کو ناپسند فرمایا۔ مَیں نے کسی زمانہ میں تحقیقات کی ہے کہ نبی کے لئے لازم نہیں کہ اس کے لئے پیشگوئی ہو اور خلیفہ کیلئے تو بالکل ہی لازمی نہیں۔ دیکھو آدمؑ پھر داؤدؑ کے لئے کیا کیا مشکلات پیش آئے۔ میں اس قسم کا قصہ گو واعظ نہیں کہ تمہیں عجیب عجیب قصے ان کے متعلق سناؤں مگر

فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّ اَنَابَ۝

(صٓ:25)

سے تو یہ پایا جاتا ہے کہ کچھ نہ کچھ تو تھا جس کے لئے یہ الفاظ آئے۔ تیسرا خلیفہ ابو بکرؓ ہے اس کے مقابلہ پر شیعہ جو کچھ اعتراض کرتے ہیں وہ اتنے ہیں کہ 1300 برس گزر گئے مگر وہ اعتراض ختم ہونے میں نہیں آئے۔ ابھی ایک کتاب میں نے منگوائی ہے جس کے 740 صفحات میرے پاس پہنچے ہیں۔ اس میں صرف اتنی بات پر بحث ہے کہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ بہتر ہے یا ابو بکرؓ پھر شیعہ کہتے ہیں کہ ان کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ پیشگوئی نہ فرمائی۔ چوتھا خلیفہ تم سب ہو چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرمایا:

ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ

(یونس:15)

اگلی قوموں کو ہلاک کر کے تم کو ان کا خلیفہ بنا دیا۔ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ اب دیکھتے ہیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔

چار کا ذکر تو ہو چکا اب میں تمہارا خلیفہ ہوں۔ اگر کوئی کہے کہ الوصیت میں حضرت صاحب نے نور الدین کا ذکر نہیں کیا تو ہم کہتے ہیں کہ ایسا ہی آدمؑ اور ابو بکرؓ کا ذکر بھی پہلی پیشگوئی میں نہیں۔

(بدر 21 اکتوبر 1909 صفحہ 11,10، حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ 125)

خدا کا کام خدا کے سپرد کرو

یہاں کے بعض رہنے والے باہر کے آنے والوں کے کانوں میں باتیں بھرتے ہیں کہ ہماری جماعت میں اختلاف ہے۔ کوئی موجود خلیفہ کے بعد کسی کو تجویز کرتا ہے اور کوئی کسی کو۔ ان بے حیاؤں کو شرم نہیں آتی کہ ایسی باتیں کرتے ہیں۔ ان کو کیا خبر ہے کون خلیفہ ہوگا؟ ممکن ہے ہمارے بعد بہتر خلیفہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کی کیسی کیسی تائید کرے۔ جب تم اس قدر بے علم ہو تو ایسی ایسی باتیں کیوں کیا کرتے ہو۔ کیا تمہارا انتخاب کردہ منتخب ہوگا؟ کیا موجودہ خلیفہ تمہارے انتخاب سے خلیفہ ہوا ہے کہ وہ تمہارے انتخاب سے ہوگا؟ یہ کام تمہارا نہیں۔ خدا کا کام خدا کے سپرد کرو۔ یونہی نفاق ڈالنے کے لئے کانوں میں کر کر کرتے ہو۔ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم کو اس کا وبال نہ بھگتنا پڑے۔ تم میں ایک امام ہے اس کا نام نور الدین ہے۔ کیا تم اس کی حیاتی کے ذمہ دار ہو؟ پیش از مرگ واویلا کرتے ہو۔ اگر تم حیادار ہو تو ایسی باتیں کبھی نہ کرو۔ تم میں بد ظنی ہے۔۔۔ میرے اور میاں صاحب کے درمیان کوئی نقار نہیں۔ جو ایسا کہتا ہے وہ بھی منافق ہے۔ وہ میرے بڑے فرمانبردار ہیں۔ انہوں نے مجھ کو فرمانبرداری کا بہتر سے بہتر نمونہ دکھلایا ہے۔ وہ میرے سامنے اونچی آواز بھی نہیں نکال سکتے۔ انہوں نے فرمانبرداری میں کمال کیا ہے۔ میرے اور ان کے درمیان کوئی مخالفت نہیں۔ میں نے امام بننے کی کبھی خواہش تک نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے تم سب کو گردنوں سے پکڑ کر میرے آگے جھکا دیا۔ دیر کی بات ہے میں نے ایک رویاء دیکھی تھی کہ میں کرشن بن گیا۔ اس کا نتیجہ اس وقت میری سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ یہ مطلب ہے ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ (البقرۃ: 62) کا۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ 17 اکتوبر 1913)

نافرمانی کا نتیجہ

انسان دنیا میں کس طرح ذلیل ہوتے ہیں، کس طرح مسکین بنتے ہیں اور کس طرح خدا تعالیٰ کے غضب کے نیچے آتے ہیں۔ کس طرح ابتداء اور انتہاء ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ دنیا میں ہیں۔ جب وہ بدی کرنا چاہتے ہیں تو اگر وہ نیکوں کے گھر میں پیدا ہوئے ہیں یا کسی نیکی کی کتاب پڑھتے اور مطالعہ کرتے ہیں تو پہلے پہل ان کو حیاء مانع ہوتا ہے اور وہ بدی کرنے میں مضائقہ کرتے ہیں۔ پہلے چپکے سے ایک چھوٹی سی بدی کر لی پھر اس بدی میں تکرار کرتے ہیں پھر بدی میں ترقی کرتے ہیں۔ رفتہ رفتہ بدیوں میں کمال پیدا کر لیتے ہیں۔ کل جہان میں دیکھو۔ بدی اسی طرح آتی ہے۔ کبھی یکدم نہیں آتی۔ حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کو کہتے ہیں کہ جو ہم کہتے ہیں مان لو۔ انہوں نے جواب دیا یہ تو ہم سے نہیں ہو سکتا۔ نافرمانی کا نتیجہ کیا ہوا؟ ذلیل اور مسکین ہو گئے۔ پہلے چھوٹی چھوٹی نافرمانیاں کیں، پھر بڑی بڑی بدیوں تک نوبت پہنچ گئی۔

(خطبہ جمعہ 17 اکتوبر 1913)

جیسے ہمیشہ فاتح لوگ قلبِ ملک پر قابض ہو جاتے ہیں ایسے ہی ملائکہ اور وہ دیوتا جن کے سامنے یا جن پر آدم علیہ السلام خلیفہ بنائے گئے شیاطین پر فاتح تھے اور شیاطین ذلیل اور خوار ہو کر دُور دُور بلاد میں بھاگ گئے اور امام الائمہ حضرت سیّدنا امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے جیسے تفسیر کبیر میں لکھا ہے

اس آدم علیہ السلام سے پہلے ہزار در ہزار آدم گزر چکے ہیں۔ حضرت شیخ محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ فتوحاتِ مکّیہ کے باب حدوث الدنیا میں فرماتے ہیں۔ ''مَیں ایک دفعہ کعبہ کا طواف کرتا تھا۔ مجھے کچھ لوگ طواف کرتے ملے۔ ان کی حالت سے مجھے معلوم ہوا کہ یہ کوئی روحانی گروہ ہے۔

''فَقُلْتُ لِوَاحِدٍ مِّنْهُمْ مَنْ اَنْتُمْ فَقَالَ، نَحْنُ مِنْ اَجْدَادِکَ الْاَوَّلِ فَقُلْتُ کَمْ لَکُمْ مِنَ الزَّمَانِ وَالْمُدَّۃِ فَقَالَ بِضْعٌ وَاَرْبَعُوْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ فَقُلْتُ لَیْسَ لِاٰدَمَ قَرِیْبٌ مِنْ تِلْکَ السِّنِیْنَ۔ فَقَالَ عَنْ اَیِّ اٰدَمَ تَقُوْلُ، عَنْ ھٰذَا الْاَقْرَبِ اِلَیْکَ اَوْ غَیْرِہٖ فَفَکَّرْتُ فَتَذَکَّرْتَ حَدِیْثًا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ اللّٰہَ خَلَقَ قَبْلَ اٰدَمَ الْمَعْلُوْمِ عِنْدَنَا مِائَۃَ اَلْفِ اٰدَمَ۔

شیخ صاحب کہتے ہیں مَیں عالم کشف میں حضرت ادریس نبی علیہ الصّلوٰۃ والسلام سے ملا اور اس کشف کی صحت پر سوال کیا۔ ''فَقَالَ اِدْرِیْسُ صَدَقَ الْخَبَرُ وَصَدَقَ شُھُوْدُکَ وَمُکَاشِفَتُکَ'' جب ملائکہ، دیوتا، نے اپنے اس غلط قیاس کے باعث وہ عرض کی جس کا ذکر آیت اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا میں گزرا تب باری تعالیٰ نے ملائکہ کو فرمایا اِنِّیْ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ مَیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

اللہ تعالیٰ علیم و خبیر کی غیب دانی پر غور کرو۔ کیسی غیب دانی ہے اور وہ پاک ذات اپنے علم کے ساتھ کیسا محیط الکل ہے۔ کسی تاریخ سے قرآن کی کسی آیت سے معلوم نہیں ہوتا کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کسی قسم کا فساد فی الارض یا سفکِ دماء ہوا ہو۔ ملائکہ کا اعتراض حضرت آدمؑ پر تھا اور اعتراض بھی یہ کہ فساد فی الارض د ماء اس سے سرزد ہوگا مگر حضرت آدمؑ ان عیوب سے پاک اور بَری نکلے۔ اگر حضرت آدمؑ کی اولاد میں سے کوئی شخص اُن کی طرز پر نہ چلا تو اُس کے جرم سے حضرت قصوروار نہیں ہو سکتے۔ اولاد کے گناہ سے باپ کو بدنام کرنا اور بیٹے کے قصور پر باپ کو ملامت کے قابل بنانا بے انصافی ہے۔ باپ کی کرتوت سے بیٹا بدنام ہو تو ہو مگر بالعکس غلط ہے۔ ہاں حضرت آدم، شیطان کی ناراستی ور قسم پر دھوکا کھا جائے تو ممکن تھا کیونکہ نیکوں کے نیک گمان ہوتے ہیں۔ نیک آدمی فریبیوں کی باتوں پر اپنے نیک گمان کے سبب غلطی کھا سکتے ہیں۔

(تصدیق براھین احمدیہ صفحہ119تا 126، 127)

خلافتِ اُولیٰ

صادق باجوہ۔ میری لینڈ

دورِ اوّل دورِ آخر سے ہے مِلوایا گیا
بارگاہِ ایزدی سے عہد دُہرایا گیا

پھر امامِ وقت کی سُنکر دعائے اِضطراب
در پہ مہدیٔ زماںؑ مردِ خدا لایا گیا

علم و حکمت معرفت رازِ طریقت آشنا
نیک فطرت متقی دربار میں لایا گیا

دیکھتے ہی مردِ حق کو جان و دل سے تھا فدا
اک سراپا نور پر پھر نور برسایا گیا

جان و مال و عزت و شہرت فدا ہر آن تھی
دولتِ ایمان کو ہر لحہ اپنایا گیا

اک توقع تھی جماعت سے مسیحِ پاکؑ کو
خوب ہو گر نورِ دینؓ سا طور اپنایا گیا

بن کے صدیقِ مسیحاؑ سُرخرو ہر دم ہوا
تاجِ روحانی خلافت کا بھی پہنایا گیا

مظہرِ اوّل بنا تھا قدرتِ ثانی کا وہ
چارسُو علَمِ خلافت پھر سے لہرایا گیا

آپؓ کے دم سے ہوا قائم خلافت کا نظام
غم مٹایا امن و استحکام پھیلایا گیا

وقتِ رخصت بھی نظر آیا گھرا تھا نور سے
نور کا ہالہ تھا پہلو میں جو دفنایا گیا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات اور قدرت ثانیہ کا پہلا جلوہ

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ

قربِ وفات کے متعلق آخری الہام

حضرت مسیح موعودؑ ''پیغام صلح'' کی تصنیف میں مصروف تھے کہ 20 مئی 1908 کو آپ کو یہ الہام ہوا کہ:

''اَلرَّحِیْلُ ثُمَّ الرَّحِیْلُ وَالْمَوْتُ قَرِیْبٌ''

یعنی کوچ کا وقت آ گیا ہے۔ ہاں کوچ کا وقت آ گیا ہے اور موت قریب ہے۔

(دیکھو لیکچر پیغام صلح)

یہ الہام اپنے اندر کسی تاویل کی گنجائش رکھتا تھا مگر حضرت مسیح موعودؑ نے دانستہ اس کی کوئی تشریح نہیں فرمائی لیکن ہر سمجھدار شخص سمجھتا تھا کہ اب مقدر وقت سر پر آ گیا ہے اس پر ایک دن حضرت والدہ صاحبہ نے گھبرا کر حضرت مسیح موعودؑ سے کہا کہ اب قادیان واپس چلیں۔ آپ نے فرمایا کہ اب تو ہم اسی وقت جائینگے جب خدا لے جائے گا۔ اور آپ بدستور پیغام صلح کی تقریر کے لکھنے میں مصروف رہے بلکہ آگے سے بھی زیادہ سرعت اور توجہ کے ساتھ لکھنا شروع کر دیا۔ بالآخر 25 مئی کی شام کو آپ نے اس مضمون کو قریباً مکمل کر کے کاتب کے سپرد کر دیا اور عصر کی نماز سے فارغ ہو کر حسب طریق سیر کے خیال سے باہر تشریف لائے۔ ایک کرایہ کی گھوڑا گاڑی حاضر تھی جو فی گھنٹہ مقررہ شرح کرایہ پر منگائی گئی تھی۔ آپ نے اپنے ایک مخلص رفیق شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی سے فرمایا کہ اس گاڑی والے سے کہہ دیں اور اچھی طرح سے سمجھا دیں کہ اس وقت ہمارے پاس صرف ایک گھنٹہ کے کرایہ کے پیسے ہیں۔ وہ ہمیں صرف اتنی دُور لے جائے کہ ہم اس وقت کے اندر ہوا خوری کر کے گھر واپس پہنچ جائیں۔ چنانچہ اس کی تعمیل کی گئی اور آپ تفریح کے طور پر چند میل پھر کر واپس تشریف لے آئے۔ اس وقت آپ کو کوئی خاص بیماری نہیں تھی صرف مسلسل مضمون لکھنے کی وجہ سے کسی قدر ضعف تھا اور غالباً آنے والے حادثہ کے مخفی اثر کے ماتحت ایک گونہ ربودگی اور انقطاع کی کیفیت طاری تھی۔ آپ نے مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا فرمائیں اور پھر تھوڑا سا کھانا تناول فرما کر آرام کے لئے لیٹ گئے۔

وصالِ اکبر

کوئی گیارہ بجے رات کا وقت ہوگا کہ آپ رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ کو اکثر اسہال کی تکلیف ہو جایا کرتی تھی۔ اب بھی ایک دست آیا اور آپ نے کمزوری محسوس کی اور واپسی پر حضرت والدہ صاحبہ کو جگایا اور فرمایا کہ مجھے ایک دست آیا ہے جس سے بہت کمزوری ہوگئی ہے۔ وہ فوراً اُٹھ کر آپ کے پاس بیٹھ گئیں اور چونکہ آپ کو پاؤں دبانے سے آرام محسوس ہوا کرتا تھا اس لئے آپ کی چارپائی پر بیٹھ کر پاؤں دبانے لگ گئیں۔ اتنے میں آپ رفع حاجت کے لئے گئے اور جب اس دفعہ واپس آئے تو اس قدر ضُعف تھا کہ آپ چارپائی پر لیٹتے ہوئے اپنے جسم کو سہار نہیں سکے اور قریباً بے سہارا ہو کر چارپائی پر گر گئے۔ اس پر حضرت والدہ صاحبہ نے گھبرا کر کہا:

''اللہ یہ کیا ہونے لگا ہے؟''

آپ نے فرمایا:

''یہ وہی ہے جو مَیں کہا کرتا تھا''

یعنی اب مقدر وقت آن پہنچا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی فرمایا مولوی صاحب (یعنی حضرت مولوی نورالدین صاحب جو آپ کے خاص مقرب ہونے کے علاوہ ایک نہایت ماہر طبیب تھے) کو بلوالو۔ اور یہ بھی فرمایا کہ محمود (یعنی ہمارے بڑے بھائی حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد) اور میر صاحب (یعنی

حضرت میر ناصر نواب صاحب جو حضرت مسیح موعودؑ کے خسر تھے) کو جگا دو۔

چنانچہ سب لوگ جمع ہو گئے اور بعد میں ڈاکٹر سیّد محمد حسین شاہ صاحب اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو بھی بلوالیا گیا اور علاج میں جہاں تک انسانی کوشش ہو سکتی تھی وہ کی گئی۔ مگر خدائی تقدیر کو بدلنے کی کسی شخص میں طاقت نہیں۔ کمزوری لحظہ بلحظہ بڑھتی گئی اور اس کے بعد ایک اور دست آیا جس کی وجہ سے ضعف اتنا بڑھ گیا کہ نبض محسوس ہونے سے رُک گئی۔ دستوں کی وجہ سے زبان اور گلے میں خشکی بھی پیدا ہو گئی جس کی وجہ سے بولنے میں تکلیف محسوس ہوتی تھی مگر جو کلمہ بھی اس وقت آپ کے مُنہ سے سنائی دیتا تھا وہ ان تین لفظوں میں محدود تھا۔

''اللہ۔ میرے پیارے اللہ''۔

اس کے سوا کچھ نہیں فرمایا۔

صبح نماز کا وقت ہوا تو اس وقت جبکہ خاکسار مؤلف بھی پاس کھڑا تھا نحیف آواز میں دریافت فرمایا:

''کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے؟''

ایک خادم نے عرض کیا۔ ہاں حضور ہو گیا ہے۔ اس پر آپ نے بستر کے ساتھ دونوں ہاتھ تیمّم کے رنگ میں چھو کر لیٹے لیٹے ہی نماز کی نیت باندھی۔ مگر اسی دوران میں بیہوشی کی حالت ہو گئی۔ جب ذرا ہوش آیا تو پھر پوچھا:

''کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے؟''

عرض کیا گیا ہاں حضور ہو گیا ہے۔ پھر دوبارہ نیت باندھی اور لیٹے لیٹے نماز ادا کی۔ اس کے بعد نیم بیہوشی کی کیفیّت طاری رہی مگر جب کبھی ہوش آتا تھا وہی الفاظ ''اللہ میرے پیارے اللہ'' سنائی دیتے تھے۔ اور ضعف لحظہ بلحظہ بڑھتا جاتا تھا۔

آخر دس بجے صبح کے قریب نزع کی حالت پیدا ہو گئی اور یقین کر لیا گیا کہ اب بظاہر حالات بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ اس وقت تک حضرت والدہ صاحبہ نہایت صبر اور برداشت کے ساتھ دعا میں مصروف تھیں اور سوائے ان الفاظ کے اور کوئی لفظ آپ کی زبان پر نہیں آیا تھا کہ:

''خدایا! اب یہ تو ہمیں چھوڑ رہے ہیں لیکن تو ہمیں نہ چھوڑیو''

آخر ساڑھے دس بجے کے قریب حضرت مسیح موعودؑ نے ایک دو لمبے لمبے سانس لئے اور آپ کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر کے اپنے ابدی آقا اور محبوب کی خدمت میں پہنچ گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّ یَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔

وفات پر اپنوں اور بیگانوں کی حالت

جماعت کے لئے یہ فوری دھکا ایک بڑے بھاری زلزلہ سے کم نہیں تھا۔ کیونکہ اوّل تو باوجود ان الہامات کے جو حضرت مسیح موعودؑ کو اپنی وفات کے متعلق ایک عرصہ سے ہو رہے تھے اور جو وفات سے چند روز قبل بہت زیادہ کثرت اور بہت زیادہ وضاحت کے ساتھ ہوئے جماعت کے لوگ اس عاشقانہ محبت کی وجہ سے جو انہیں آپ کے ساتھ تھی اس صدمہ کے لئے تیار نہیں تھے۔ دوسرے آپ کی وفات مرض الموت کے مختصر ہونے کی وجہ سے بالکل اچانک واقع ہوئی تھی اور بیرونجات کے احمدی تو الگ رہے خود لاہور کے اکثر دوست آپ کی بیماری تک سے مطلع نہیں ہونے پائے تھے کہ اچانک ان کے کانوں میں آپ کے وصال کی خبر پہنچی۔ اس خبر نے جماعت کو گویا غم سے دیوانہ کر دیا اور دُنیا ان کی نظر میں اندھیر ہو گئی۔ اور گو ہر دل غم سے پھٹا جاتا تھا اور ہر آنکھ اپنے محبوب کی جدائی میں اشکبار تھی اور ہر سینہ سوزشِ ہجر سے جل رہا تھا مگر جو لوگ حضرت مسیح موعودؑ کے خاص تربیت یافتہ تھے اور جماعت کی ذمہ داری کو سمجھتے تھے اور وقت کی نزاکت کو پہچانتے تھے وہ اپنے دلوں کے جذبات کو روکے ہوئے تھے۔ ان کی آنکھوں میں آنسو تھے مگر ان کے ہاتھ کام میں لگے ہوئے تھے دوسرے لوگوں میں سے اکثر ایسے تھے جو بچوں کی طرح بلک بلک کر روتے تھے اور بعض تو اس بات کو باور کرنے کیلئے تیار نہیں تھے کہ ان کا پیارا امام۔ ان کا محبوب آقا۔ ان کی آنکھوں کا نور۔ ان کے دل کا سرور۔ ان کی زندگی کا سہارا۔ ان کی ہستی کا چمکتا ہوا ستارا ان سے واقعی جدا ہو گیا ہے۔ حتّٰی کہ جو تاریں بیرونی جماعتوں کی اطلاع کے لئے لاہور سے دی گئی تھیں اور استدعا کی گئی تھی کہ لوگ جنازہ کے لئے فوراً قادیان پہنچ جائیں انہیں بھی اکثر لوگوں نے جھوٹ سمجھا اور گو وہ قادیان آئے مگر صرف احتیاط کے طور پر آئے اور اس خیال سے آئے کہ جھوٹ کا پول کھولیں۔

دوسری طرف جب حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کی خبر مخالفوں تک پہنچی تو ایک آنِ واحد میں لاہور کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک بجلی کی طرح پھیل گئی۔ اور پھر ہماری آنکھوں نے مسلمان کہلانے والوں کی طرف سے وہ نظارہ دیکھا جو ہمارے مخالفوں کے لئے قیامت تک ایک ذلّت اور کمینگی کا داغ رہے گا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات سے نصف گھنٹہ کے اندر اندر وہ لمبی اور فراخ سڑک جو ہمارے مکان کے سامنے تھی شہر کے بدمعاش اور کمینہ لوگوں سے بھر گئی۔ اور ان لوگوں نے ہمارے سامنے کھڑے ہو کر خوشی کے گیت گائے اور مسرت کے ناچ ناچے اور شادمانی کے نعرے لگائے اور فرضی جنازے بنا بنا کر نمائشی ماتم کے جلوس نکالے۔ ہماری غم زدہ آنکھوں نے ان نظاروں کو دیکھا اور ہمارے زخم خوردہ دل سینوں کے اندر خون ہو ہو کر رہ گئے۔ مگر ہم نے ان کے اس ظلم پر صبر سے کام لیا اور اپنے سینوں کی آہوں تک کو دبا کے رکھا۔ اس لئے نہیں کہ یہ ہماری کمزوری کا زمانہ تھا کیونکہ ایک کمزور انسان بھی موت کے مُنہ میں کود کر اپنی غیرت کا ثبوت دے سکتا ہے بلکہ اس لئے کہ خدا کے مقدّس مسیح نے ہمیں یہی تعلیم دی تھی کہ

گالیاں سن کے دعا دو پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

دیکھ کر لوگوں کا جوش و غیظ مت کچھ غم کرو
شدّتِ گرمی کا ہے محتاج بارانِ بہار

اور ہم اپنی آنے والی نسلوں کو بھی یہی کہتے ہیں ہاں وہی نسلیں جن کے سروں پر بادشاہی کے تاج رکھے جائیں گے کہ جب خدا تمہیں دُنیا میں طاقت دے اور تم اپنے دشمنوں کا سر کچلنے کا موقعہ پاؤ اور تمہارے ہاتھ کو انسانی طاقت روکنے والی نہ ہو تو تم اپنے گزرے ہوئے دشمنوں کے ظلموں کو یاد کر کے اپنے خونوں میں جوش نہ پیدا ہونے دینا اور ہمارے کمزوری کے زمانہ کی لاج رکھنا تا لوگ یہ نہ کہیں کہ جب یہ کمزور تھے تو دشمن کے سامنے دب کر رہے اور جب طاقت پائی تو انتقام کے ہاتھ کو لمبا کر دیا۔ بلکہ تم اُس وقت بھی صبر سے کام لینا اور اپنے انتقام کو خدا پر چھوڑنا کیونکہ وہی اس بات کو بہتر سمجھتا ہے کہ کہاں انتقام ہونا چاہیئے اور کہاں عفو اور درگزر۔ بلکہ مَیں کہتا ہوں کہ تم اپنے ظالموں کی اولادوں کو معاف کرنا اور ان سے نرمی کا سلوک کرنا کیونکہ تمہارے مقدس آقا نے یہی کہا ہے کہ

اے دل تو نیز خاطرِ ایناں نگاہ دار
کاخر کنند دعوئے حُبِّ پیمبرم

''یعنی اے دل تو ان مسلمان کہلانے والوں کا بہر حال لحاظ کر کیونکہ خواہ کچھ بھی ہو آخر یہ لوگ ہمارے محبوب رسول کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔''

بلکہ مسلمانوں پر ہی حصر نہیں تم ہر قوم کے ساتھ عفو اور نرمی کا سلوک کرنا اور ان کو اپنے اخلاق اور محبت کا شکار بنانا کیونکہ تم دنیا میں خدا کی آخری جماعت ہو اور جس قوم کو تم نے ٹھکرا دیا اسکے لئے کوئی اَور ٹھکانہ نہیں ہوگا۔ اے آسمان گواہ رہ کہ ہم نے اپنی آنے والی نسلوں کو خدا کے سچے مسیح کی رحمت اور عفو کا پیغام پہنچا دیا۔

تکفین و تدفین اور قدرتِ ثانیہ کا پہلا جلوہ

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے حضرت مسیح موعودؑ کی وفات 26 مئی 1908 کو بروز منگل بوقت ساڑھے دس بجے صبح ہوئی تھی اسی وقت تجہیز و تکفین کی تیاری کی گئی۔ اور جب غسل وغیرہ سے فراغت ہوئی تو تین بجے بعد دوپہر حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اوّلؓ نے لاہور کی جماعت کے ساتھ خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان میں نمازِ جنازہ ادا کی اور پھر شام کی گاڑی سے حضرت مسیح موعودؑ کا جنازہ بٹالہ پہنچایا گیا جہاں سے راتوں رات روانہ ہو کر مخلص دوستوں نے اپنے کندھوں پر اُسے صبح کی نماز کے قریب بارہ میل کا پیدل سفر کر کے قادیان پہنچایا۔ قادیان پہنچ کر آپ کے جنازہ کو اس باغ میں رکھا گیا جو مقبرہ بہشتی کے ساتھ ہے اور لوگوں کو اپنے محبوب آقا کی آخری زیارت کا موقعہ دیا گیا۔ اور پھر 27 مئی 1908 کو قریباً بارہ سو احمدیوں کی موجودگی میں جن میں ایک کافی تعداد باہر کے مقامات سے آئی ہوئی تھی حضرت مولوی نورالدین صاحب بھیروی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پہلا خلیفہ منتخب کیا گیا۔ اور آپ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی گئی۔ اور اس طرح حضرت مسیح موعودؑ کا وہ الہام پورا ہوا کہ

''ستائیس کو ایک واقعہ ہمارے متعلق''

(بدر جلد نمبر 51 والحکم جلد 11 نمبر 46)

پہلی بیعت کا نظارہ نہایت ایمان پرور تھا اور لوگ اس بیعت کے لئے یُوں ٹوٹے پڑتے تھے جس طرح ایک مدت کا پیاسا پانی کو دیکھ کر لپکتا ہے۔ ان کے دل غم وحزن سے چُور چُور تھے کہ ان کا پیارا آقا اُن سے جُدا ہوگیا ہے مگر دوسری طرف ان کے ماتھے خدا کے آگے شکر کے جذبات کے ساتھ سربسجود تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق انہیں پھر ایک ہاتھ پر جمع کر دیا ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کی بتائی ہوئی پیشگوئی پوری ہوئی کہ

''میرے بعد بعض اَور وجود ہونگے جو خدا کی دوسری قدرت کا مظہر ہونگے۔''

حضرت خلیفہ اوّلؓ کی بیعت جماعت کے کامل اتحاد کے ساتھ ہوئی جس میں ایک منفرد آواز بھی خلاف نہیں اُٹھی اور نہ صرف افراد جماعت نے اور حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان نے آپ کی خلافت کو تسلیم کیا بلکہ صدر انجمن احمدیہ نے بھی ایک متحدہ فیصلہ کے ماتحت اعلان کیا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی وصیت کے مطابق حضرت مولوی نورالدین صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ کا خلیفہ منتخب کیا گیا ہے اور ساری جماعت کو آپ کی بیعت کرنی چاہیئے۔

(دیکھو اعلان خواجہ کمال الدین صاحب سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ مندرجہ الحکم 28مئی 1908و بدر 2جون 1908)

حضرت مولوی نورالدین صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ کسی قسم کا جسمانی رشتہ نہیں رکھتے تھے اور ان کا انتخاب مومنوں کے اتفاق رائے سے ہوا تھا۔ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے پرانے دوست اور سلسلہ بیعت میں اوّل نمبر پر تھے اور اپنے علم وفضل اور تقویٰ وطہارت اور اخلاق وقابلیّت میں جماعت میں ایک لاثانی وجود سمجھے جاتے تھے۔

بیعتِ خلافت کے بعد جو حضرت مسیح موعودؑ کے باغ متصل بہشتی مقبرہ میں ایک آم کے درخت کے نیچے ہوئی تھی حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ نے حضرت مسیح موعودؑ کے باغ کے ملحقہ حصہ میں تمام حاضر الوقت احمدیوں کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کی نماز جنازہ ادا کی جس میں رقت کا یہ عالم تھا کہ ہر طرف سے گریہ وزاری کی آواز اُٹھ رہی تھی۔ نماز کے بعد چھ بجے شام کے قریب حضرت مسیح موعودؑ کے جسمِ اطہر کو مقبرہ بہشتی کے ایک حصہ میں دفن کیا گیا اور آپ کے مزار مبارک پر پھر ایک آخری دعا کرکے آپ کے غم زدہ رفیق اپنے گھروں کو واپس لوٹے۔ مگر جو درد بھری یاد خدا کے مقدس مسیح نے اپنے رفیقوں کے دلوں میں چھوڑی تھی وہ ایک نہ مٹنے والی یاد تھی اور آج بھی جبکہ آپ کی وفات پر اکتیس سال کا عرصہ گزر گیا ہے آپ کے ہر دیکھنے والے کے دل کو آپ کی یاد محبت کی تپش سے گرما رہی ہے اور میں نے کبھی آپ کے کسی صحابی کو اس حالت میں نہیں دیکھا کہ آپ کے محبت بھرے ذکر پر اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کی جھلی نہ آگئی ہو۔ اے خدا کے برگزیدہ مسیح! تجھ پر خدا کی بے شمار رحمتیں اور بے شمار سلام ہوں کہ تو نے اپنے پاک نمونے اور اپنی پاک تعلیم سے دنیا میں ایک ایسا بیج بو دیا ہے جو ایک عظیم الشان روحانی انقلاب کا بیج ہے جس کے ساتھ بہت سے مادی انقلاب بھی مقدر ہیں۔ یہ بیج اب بڑھے گا اور پھولے گا اور پھلے گا اور دنیا کے سب باغوں پر غالب آئے گا۔ اور کوئی نہیں جو اسے روک سکے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ وَعَلٰی مُطَاعِہٖ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

(سلسلہ احمدیہ صفحات 181-188، 1939)

سیّدنا حضرت امام جماعت احمدیہ الاوّلؓ

مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب (تحریک جدید)

نورِ دیں صدیقِ ثانی پیکرِ صدق و وفا
حق شناس وحق نواز و حق پرست وحق نما

ارفع و اعلیٰ وہ رکھتا تھا توکل کا مقام
وقف رکھا مال و جاں کو بہرِ دینِ مصطفیٰؐ

چھوڑ کر گھر بار سارا چن لیا دارالمسیح
ایک لحہ کے لئے چھوڑی نہ پھر راہِ وفا

اہلِ دانش بحرِ حکمت واقفِ دیر و حرم
خدمتِ قرآن و ملت زندگی کا مدعا

کُشتہء عشق و وفا مہدی کا منظور نظر
اللہ اللہ نورِ دیں تھا کتنا عالی مرتبہ

تھا وہ ایک شمعِ فروزاں بہرِ طلابِ ضیاء
بہرِ بیماراں عطا اُس کو ہوا دستِ شفا

چھ برس ظلِّ مسیحائے زماں کے رنگ میں
سائباں بن کر رہا شبّیر وہ اہلِ صفا

خلافتِ راشدہ

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

خلافتِ احمدیہ کا ذکر

اب میں اُس خلافت کا ذکر کرتا ہوں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت بھی جماعت کی ذہنی کیفیت وہی تھی جو آنحضرت کے وقت میں صحابہؓ کی تھی۔ چنانچہ ہم سب یہی سمجھتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ابھی وفات نہیں پا سکتے اس کا نتیجہ یہ تھا کہ کبھی ایک منٹ کے لئے بھی ہمارے دل میں یہ خیال نہیں آیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب فوت ہو جائیں گے تو کیا ہوگا۔ میں اس وقت بچہ نہیں تھا بلکہ جوانی کی عمر کو پہنچا ہوا تھا، میں مضامین لکھا کرتا تھا، میں ایک رسالے کا ایڈیٹر بھی تھا، مگر میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کبھی ایک منٹ بلکہ ایک سیکنڈ کے لئے بھی میرے دل میں یہ خیال نہیں آیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام وفات پا جائیں گے حالانکہ آخری سالوں میں متواتر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسے الہامات ہوئے جن میں آپ کی وفات کی خبر ہوتی تھی اور آخری ایام میں تو ان کی کثرت اور بھی بڑھ گئی۔ مگر باوجود اس کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایسے الہامات ہوتے رہے اور باوجود اس کے کہ بعض الہامات وکشوف میں آپ کی وفات کے سال اور تاریخ وغیرہ کی بھی تعیین تھی اور باوجود اس کے کہ ہم ''الوصیت'' پڑھتے تھے ہم یہی سمجھتے تھے کہ یہ باتیں شاید آج سے دو صدیاں بعد پوری ہوں گی اس لئے اس بات کا خیال بھی دل میں نہیں گزرتا تھا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام وفات پا جائیں گے تو کیا ہوگا۔ اور چونکہ ہماری حالت ایسی تھی کہ ہم سمجھتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے سامنے فوت ہی نہیں ہو سکتے اس لئے جب واقعہ میں آپ کی وفات ہو گئی تو ہمارے لئے یہ باور کرنا مشکل تھا کہ آپ فوت ہو چکے ہیں۔ چنانچہ مجھے خوب یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد جب آپ کو غسل دے کر کفن پہنایا گیا تو چونکہ ایسے موقع پر بعض دفعہ ہَوا کے جھونکے سے کپڑا ہل جاتا ہے یا بعض دفعہ مونچھیں ہل جاتی ہیں اس لئے بعض دوست دوڑتے ہوئے آتے اور کہتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو زندہ ہیں۔ ہم نے آپ کا کپڑا ہلتے دیکھا ہے یا مونچھوں کے بالوں کو ہلتے دیکھا ہے اور بعض کہتے کہ ہم نے کفن کو ہلتے دیکھا ہے۔ اس کے بعد جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعش کو قادیان لایا گیا تو اسے باغ میں ایک مکان کے اندر رکھ دیا گیا۔ کوئی آٹھ نو بجے کا وقت ہوگا کہ خواجہ کمال الدین صاحب باغ میں پہنچے اور مجھے علیحدہ لے جا کر کہنے لگے کہ میاں! کچھ سوچا بھی ہے کہ اب حضرت صاحب کی وفات کے بعد کیا ہوگا۔ میں نے کہا کچھ ہونا تو چاہئے مگر یہ کہ کیا ہو اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ وہ کہنے لگے میرے نزدیک ہم سب کو حضرت مولوی صاحب کی بیعت کر لینی چاہئے۔ اس وقت کچھ عمر کے لحاظ سے اور کچھ اس وجہ سے بھی کہ میرا مطالعہ کم تھا میں نے کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو یہ کہیں نہیں لکھا کہ ہم آپ کے بعد کسی اور کی بیعت کر لیں اس لئے حضرت مولوی صاحب کی ہم کیوں بیعت کریں۔ (گو ''الوصیۃ'' میں اس کا ذکر تھا مگر اُس وقت میرا ذہن اس طرف گیا نہیں) انہوں نے اس پر میرے ساتھ بحث شروع کر دی اور کہا کہ اگر اس وقت ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت نہ کی گئی تو ہماری جماعت تباہ ہو جائے گی۔ پھر انہوں نے کہا کہ رسول کریمؐ کی وفات کے بعد بھی تو یہی ہوا تھا کہ قوم نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کر لی تھی اس لئے اب بھی ہمیں ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کر لینی چاہئے اور اس منصب کے لئے حضرت مولوی صاحب سے بڑھ کر ہماری جماعت میں اور کوئی شخص نہیں، مولوی محمد علی صاحب کی بھی یہی رائے ہے اور وہ کہتے ہیں کہ تمام جماعت کو مولوی صاحب کی بیعت کرنی چاہئے۔ آخر جماعت نے متفقہ طور پر حضرت خلیفہ اوّل کی خدمت میں درخواست کی کہ آپ لوگوں سے بیعت لیں۔ اس پر باغ میں تمام لوگوں کا

اجتماع ہوا اور اس میں حضرت خلیفہ اوّل نے ایک تقریر کی اور فرمایا کہ مجھے امامت کی کوئی خواہش نہیں مَیں چاہتا ہوں کہ کسی اور کی بیعت کر لی جائے۔ چنانچہ آپ نے اس سلسلہ میں پہلے میرا نام لیا، پھر ہمارے نانا جان میر ناصر نواب صاحب کا نام لیا، پھر ہمارے بہنوئی نواب محمد علی خان صاحب کا نام لیا اسی طرح بعض اور دوستوں کے نام لئے لیکن ہم سب لوگوں نے متفقہ طور پر یہی عرض کیا کہ اس منصبِ خلافت کے اہل آپ ہی ہیں چنانچہ سب لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی۔

خلیفۂ وقت کے اختیارات

ابھی آپ کی بیعت پر پندرہ بیس دن ہی گزرے تھے کہ ایک دن مولوی محمد علی صاحب مجھے ملے اور کہنے لگے کہ میاں صاحب! کبھی آپ نے اس بات پر غور بھی کیا ہے کہ ہمارے سلسلہ کا نظام کیسے چلے گا؟ میں نے کہا اس پر اب اور غور کرنے کی کیا ضرورت ہے ہم نے حضرت مولوی صاحب کی بیعت جو کر لی ہے۔ وہ کہنے لگے وہ تو ہوئی پیری مریدی۔ سوال یہ ہے کہ سلسلہ کا نظام کس طرح چلے گا؟ میں نے کہا میرے نزدیک تو اب یہ بات غور کرنے کے قابل ہی نہیں کیونکہ جب ہم نے ایک شخص کی بیعت کر لی ہے تو وہ اس امر کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ کس طرح سلسلہ کا نظام قائم کرنا چاہئے ہمیں اس میں دخل دینے کی کیا ضرورت ہے! اس پر وہ خاموش تو ہو گئے مگر کہنے لگے یہ بات غور کے قابل ہے۔

حضرت خلیفہ اوّلؓ کی خدمت میں میر محمد اسحاق صاحب کے چند سوالات

کچھ دنوں بعد جب جماعت کے دوستوں میں اس قسم کے سوالات کا چرچا ہونے لگا کہ خلیفہ کے کیا اختیارات ہیں اور آیا وہ حاکم ہے یا صدر انجمن احمدیہ حاکم ہے تو میر محمد اسحاق صاحب نے حضرت خلیفہ اوّلؓ کی خدمت میں بعض سوالات لکھ کر پیش کئے جن میں اس مسئلہ کی وضاحت کی درخواست کی گئی تھی۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ نے وہ سوالات باہر جماعتوں میں بھجوا دیئے اور ایک خاص تاریخ مقرر کی کہ اس دن مختلف جماعتوں کے نمائندے جمع ہو جائیں تا کہ سب سے مشورہ لینے کے بعد فیصلہ کیا جا سکے۔ مگر مجھے ابھی تک ان باتوں کا کوئی علم نہیں تھا یہاں تک کہ مجھے ایک رؤیا ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا مکان ہے جس کا ایک حصہ مکمل ہے اور دوسرا نامکمل۔ نامکمل حصے پر اگرچہ بالے رکھے ہوئے ہیں مگر ابھی اینٹیں وغیرہ رکھ کر مٹی ڈالنی باقی ہے۔ اس حصہ عمارت پر ہم چار پانچ آدمی کھڑے ہیں جن میں سے ایک میر محمد اسحاق صاحب بھی ہیں۔ چونکہ وہاں کڑیوں پر ہمیں کچھ بھوسہ دکھائی دیا۔ میر محمد اسحاق صاحب نے جلدی سے ایک دیاسلائی کی ڈبیہ میں سے ایک دیاسلائی نکال کر کہا میرا جی چاہتا ہے کہ اس بھوسے کو آگ لگا دوں۔ مَیں انہیں منع کرتا ہوں مگر وہ نہیں رکتے۔ آخر مَیں انہیں سختی سے کہتا ہوں کہ اس بھوسے کو ایک دن آگ تو لگائی ہی جائے گی مگر ابھی وقت نہیں آیا اور یہ کہہ کر مَیں دوسری طرف متوجہ ہو گیا لیکن تھوڑی دیر کے بعد مجھے کچھ شور سا سنائی دیا۔ میں نے منہ پھیرا تو دیکھا میر محمد اسحاق صاحب دیاسلائی کی تیلیاں نکال کر اس کی ڈبیہ سے جلدی جلدی رگڑتے ہیں مگر وہ جلتی نہیں ایک کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری دیاسلائی نکال کر وہ اس طرح رگڑتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ بھوسے کو آگ لگا دیں۔ میں یہ دیکھتے ہی ان کی طرف دوڑ پڑا مگر میرے پہنچنے سے پہلے پہلے ایک دیاسلائی جل گئی جس سے انہوں نے بھوسے کو آگ لگا دی۔ میں یہ دیکھ کر آگ میں کود پڑا اور اسے جلدی سے بجھا دیا مگر اس دوران میں چند کڑیوں کے سرے جل گئے۔ میں نے یہ خواب لکھ کر حضرت خلیفہ اوّلؓ کے سامنے پیش کی تو آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ خواب تو پوری ہو گئی۔ میں نے عرض کیا کہ کس طرح؟ آپ نے فرمایا۔ میر محمد اسحاق نے کچھ سوالات لکھ کر دیئے ہیں۔ وہ سوال میں نے باہر جماعتوں کو بھجوا دیئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں اس سے بہت بڑا فتنہ پیدا ہو گا۔ مجھے اس پر بھی کچھ معلوم نہ ہوا کہ میر محمد اسحاق صاحب نے کیا سوالات کئے ہیں لیکن بعد میں مَیں نے بعض دوستوں سے پوچھا تو انہوں نے ان سوالات کا مفہوم بتایا اور مجھے معلوم ہوا کہ وہ سوالات خلافت کے متعلق ہیں۔ میر صاحب کے ان سوالات کی وجہ سے جماعت میں ایک شور برپا ہو گیا اور چاروں طرف سے ان کے جوابات آنے شروع ہو گئے۔ اس وقت ان لوگوں نے جس طرح جماعت کو دھوکا میں مبتلا کرنا چاہا وہ اس سے ظاہر ہے کہ انہوں نے متواتر

جماعت کو یہ کہا کہ جن خیالات کا وہ اظہار کر رہے ہیں وہی خیالات حضرت خلیفہ اوّل کے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے خدا کا شکر ہے کہ ایسے بے نفس آدمی کے زمانہ میں یہ سوال اُٹھا اگر بعد میں اُٹھتا تو نہ معلوم کیا فساد کھڑا ہوتا۔ بعض کہتے کہ بہت اچھا ہوا آج جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اکثر صحابہؓ زندہ ہیں اس امر کا فیصلہ ہونے لگا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اصل جانشین انجمن ہی ہے۔ غرض جماعت پر یہ پوری طرح اثر ڈالنے کی کوشش کی گئی کہ (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) حضرت خلیفہ اوّل ان کے خیالات سے متفق ہیں۔ مگر بہرحال اس وقت جماعت میں ایک غیر معمولی جوش پایا جاتا تھا اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ خلیفۂ وقت کے خلاف خطرناک بغاوت ہو جائے گی۔

بیرونی جماعتوں کے نمائندگان کا قادیان میں اجتماع

آخر وہ دن آ گیا جو حضرت خلیفہ اوّلؓ نے اس غرض کے لئے مقرر کیا تھا اور جس میں بیرونی جماعتوں کے نمائندگان کو قادیان میں جمع ہونے کے لئے کہا گیا تھا۔ میں اس روز صبح کی نماز کے انتظار میں اپنے دالان میں ٹہل رہا تھا اور حضرت خلیفہ اوّلؓ کی آمد کا انتظار کیا جا رہا تھا کہ میرے کانوں میں شیخ رحمت اللہ صاحب کی آواز آئی۔ وہ بڑے جوش سے مسجد میں کہہ رہے تھے کہ غضب خدا کا ایک لڑکے کی خاطر جماعت کو تباہ کیا جا رہا ہے۔ پہلے تو میں سمجھا کہ اس سے مراد شاید میر محمد اسحاق صاحب ہیں مگر پھر شیخ رحمت اللہ صاحب کی آواز آئی کہ جماعت ایک لڑکے کی غلامی کس طرح کر سکتی ہے۔ اس پر میں اور زیادہ حیران ہوا اور میں سوچنے لگا کہ میر محمد اسحاق صاحب نے تو صرف چند سوالات دریافت کئے ہیں ان کے ساتھ جماعت کی غلامی یا عدمِ غلامی کا کیا تعلق ہے۔ مگر باوجود سوچنے اور غور کرنے کے میری سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ اس بچے سے کون مراد ہے۔ آخر صبح کی نماز کے بعد میں نے حضرت خلیفہ اوّل سے اس واقعہ کا ذکر کیا اور میں نے کہا کہ نہ معلوم آج مسجد میں کیا جھگڑا تھا کہ شیخ رحمت اللہ صاحب بلند آواز سے کہہ رہے تھے کہ ہم ایک بچہ کی بیعت کس طرح کر لیں اسی کی خاطر یہ تمام فساد ڈلوایا جا رہا ہے۔ میں تو نہیں سمجھ سکا کہ یہ بچہ کون ہے۔ حضرت خلیفہ اوّل میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا تمہیں نہیں پتہ۔ اس سے مراد تم ہی تو ہو۔ غالباً شیخ صاحب کے ذہن میں یہ بات تھی کہ یہ تمام سوالات میں نے ہی لکھوائے ہیں اور میری وجہ سے ہی جماعت میں یہ شور اُٹھا ہے۔

مسئلہ خلافت کے متعلق حضرت خلیفہ اوّلؓ کی تقریر

اس کے بعد حضرت خلیفہ اوّل تقریر کرنے کے لئے تشریف لائے۔ اس تقریر کے متعلق بھی پہلے سے میں نے ایک رؤیا دیکھا ہوا تھا۔ مَیں نے دیکھا کہ کوئی جلسہ ہے جس میں حضرت خلیفۂ اوّل کھڑے تقریر کر رہے ہیں اور تقریر مسئلہ خلافت پر ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ کوئی لشکر ہے جو آپ پر حملہ آور ہوا ہے۔ اس وقت میں بھی جلسہ میں آیا اور آپ کے دائیں طرف کھڑے ہو کر میں نے کہا کہ حضور کوئی فکر نہ کریں ہم آپ کے خادم ہیں اور آپ کی حفاظت کے لئے اپنی جانیں تک دینے کے لئے تیار ہیں۔ ہم مارے جائیں گے تو پھر کوئی شخص حضور تک پہنچ سکے گا۔ ہماری موجودگی میں آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا۔ خواب مَیں نے حضرت خلیفۂ اوّل کو سنائی ہوئی تھی۔ چنانچہ اس جلسہ میں شامل ہونے کے لئے جب مَیں آیا تو مجھے اُس وقت وہ خواب یاد نہ رہی اور میں حضرت خلیفۂ اوّل کے بائیں طرف بیٹھ گیا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ میاں! یہاں سے اُٹھ کر دائیں طرف آ جاؤ اور پھر خود ہی فرمایا تمہیں معلوم ہے میں نے تمہیں دائیں طرف کیوں بٹھایا ہے؟ مَیں نے عرض کیا مجھے تو معلوم نہیں۔ اس پر آپ نے میری اُسی خواب کا ذکر کیا اور فرمایا کہ اس خواب کی وجہ سے میں نے تمہیں اپنے دائیں طرف بٹھایا ہے۔

جب آپ تقریر کے لئے کھڑے ہوئے تو بجائے اس کے کہ اُس جگہ کھڑے ہوتے جو آپ کے لئے تجویز کی گئی تھی آپ اس حصۂ مسجد میں کھڑے ہو گئے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنوایا تھا اور لوگوں پر اظہارِ ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا کہ تم نے اپنے عمل سے مجھے اتنا دکھ دیا ہے کہ میں اس حصۂ مسجد میں بھی کھڑا نہیں ہوا جو تم لوگوں کا بنایا ہوا ہے بلکہ اپنے پِیر کی بنائی ہوئی مسجد میں کھڑا ہوا ہوں۔ اس کے بعد آپ نے مسئلہ خلافت پر قرآن و حدیث سے روشنی ڈالی اور فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں خلیفہ کا کام صرف نمازیں پڑھا دینا، جنازے پڑھا دینا اور لوگوں کے نکاح پڑھا دینا ہے اُسے نظام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ یہ کہنے والوں کی سخت گستاخانہ حرکت ہے۔ یہ کام تو ایک مُلّاں بھی کر سکتا ہے اس کے لئے کسی خلیفہ کی کیا ضرورت ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے

یہ تقریر سنی ہوئی ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ تقریر اتنی درد انگیز اور اس قدر جوش سے لبریز تھی کہ لوگوں کی روتے روتے گھگھی بندھ گئی۔

خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب سے دوبارہ بیعت

تقریر کے بعد آپ نے خواجہ کمال الدین صاحب، مولوی محمد علی صاحب اور شیخ یعقوب علی صاحب سے کہا کہ دوبارہ بیعت کرو چنانچہ انہوں نے دوبارہ بیعت کی۔ میرا ذہن اس وقت اِدھر منتقل نہیں ہوا کہ ان سے بیعت ان کے جُرم کی وجہ سے لی جارہی ہے۔ چنانچہ میں نے بھی بیعت کے لئے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا مگر حضرت خلیفۂ اوّل نے میرے ہاتھ کو پیچھے ہٹا دیا اور فرمایا تمہارا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ انہوں نے تو ایک جُرم کیا ہے جس کی وجہ سے دوبارہ ان سے بیعت لی جارہی ہے مگر تم نے کونسا جُرم کیا ہے۔

شیخ یعقوب علی صاحب سے اس موقع پر جو بیعت لی گئی وہ اس لئے لی گئی تھی کہ شیخ صاحب نے ایک جلسہ کیا تھا جس میں اُن لوگوں کے خلاف تقریریں کی گئی تھیں جنہوں نے نظامِ خلافت کی تحقیر کی تھی اور گو یہ اچھا کام تھا مگر حضرت خلیفۂ اوّل نے فرمایا جب ہم نے ان کو اس کام پر مقرر نہیں کیا تھا تو ان کا کیا حق تھا کہ وہ خود بخود الگ جلسہ کرتے۔ غرض ان تینوں سے دوبارہ بیعت لی گئی اور انہوں نے سب کے سامنے توبہ کی۔ مگر جب جلسہ ختم ہو گیا اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تو ان لوگوں نے حضرت خلیفہ اوّل کے خلاف اور زیادہ منصوبے کرنے شروع کر دیئے اور مولوی محمد علی صاحب نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ میری اس قدر ہتک کی گئی ہے کہ اب میں قادیان میں نہیں رہ سکتا۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم ان دنوں مولوی محمد علی صاحب سے بہت تعلق رکھا کرتے تھے۔ ایک دن وہ سخت گھبراہٹ کی حالت میں حضرت خلیفہ اوّل کے پاس پہنچے۔ مَیں بھی اتفاقاً وہیں موجود تھا اور آتے ہی کہا کہ حضور! غضب ہو گیا آپ جلدی کوئی انتظام کریں۔ حضرت خلیفہ اوّل نے فرمایا کیا ہوا؟ انہوں نے کہا مولوی محمد علی صاحب کہہ رہے ہیں کہ میری یہاں سخت ہتک ہوئی ہے اور مَیں اب قادیان میں کسی صورت میں نہیں رہ سکتا۔ آپ جلدی کریں اور کسی طرح مولوی محمد علی صاحب کو منانے کی کوشش کریں، ایسا نہ ہو کہ وہ چلے جائیں۔ حضرت خلیفہ اوّل نے فرمایا ڈاکٹر صاحب! مولوی صاحب سے جا کر کہہ دیجئے کہ کل کے آنے میں تو ابھی دیر ہے، آپ جانا چاہتے ہیں تو آج ہی قادیان سے چلے جائیں۔ ڈاکٹر صاحب جو یہ خیال کر رہے تھے کہ اگر مولوی محمد علی صاحب قادیان سے چلے گئے تو نہ معلوم کیا زلزلہ آ جائے گا اُن کے تو یہ جواب سُن کر ہوش اُڑ گئے اور انہوں نے کہا حضور! پھر تو بڑا فساد ہو گا۔ حضرت خلیفہ اوّل نے فرمایا مجھے اس کی کوئی پروا نہیں۔ میں خدا کا قائم کردہ خلیفہ ہوں مَیں ان دھمکیوں سے مرعوب ہونے والا نہیں۔ اس جواب کو سن کر مولوی محمد علی صاحب بھی خاموش ہو گئے اور پھر انہوں نے حضرت خلیفہ اوّل کی زندگی میں قادیان سے جانے کے ارادے کا اظہار نہیں کیا۔ البتہ اندر ہی اندر کھچڑی پکتی رہی اور کئی طرح کے منصوبوں سے انہوں نے جماعت میں فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ یہ بہت لمبے واقعات ہیں جن کو تفصیلاً بیان کرنے کا یہ موقع نہیں۔

حضرت خلیفۂ اوّل کی بیماری میں ایک اشتہار شائع کرنے کی تجویز

حضرت خلیفۂ اوّلؓ جب مرض الموت سے بیمار ہوئے تو طبعاً ہم سب کے قلوب میں ایک بے چینی تھی اور ہم نہایت ہی افسوس کے ساتھ آنے والی گھڑی کو دیکھ رہے تھے اور چونکہ آپ کی بیماری کی وجہ سے لوگوں کی عام نگرانی نہیں رہی تھی اور اختلافی مسائل پر گفتگو بڑھتی چلی جارہی تھی، اس لئے میں نے ایک اشتہار لکھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اب جب کہ حضرت خلیفۃ المسیح سخت بیمار ہیں یہ مناسب نہیں کہ ہم اختلافی مسائل پر آپس میں اس طرح بحثیں کریں۔ مناسب یہی ہے کہ ہم ان بحثوں کو بند کر دیں اور اس وقت کا انتظار کریں جب کہ اللہ تعالیٰ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کو صحت دے دے اور آپ خود اِن بحثوں کی نگرانی فرما سکیں۔ میں نے یہ اشتہار لکھ کر مرزا خدا بخش صاحب کو دیا اور میں نے کہا کہ آپ اسے مولوی محمد علی صاحب کے پاس لے جائیں تا کہ وہ بھی اس پر دستخط کر دیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ میرے ہم خیال اور ان کے ہم خیال دونوں اس قسم کی بحثوں سے اجتناب کریں گے اور جماعت میں کوئی فتنہ پیدا نہیں ہو گا۔ یہ حضرت خلیفہ اوّل کی وفات سے صرف دو یا ایک دن پہلے کی بات ہے مگر بجائے اس کے کہ مولوی محمد علی صاحب اس اشتہار پر دستخط کر دیتے

انہوں نے جواب دیا کہ جماعت کے دوستوں میں جو کچھ اختلاف ہے چونکہ اس سے عام لوگ واقف نہیں اس لئے ایسا اشتہار شائع کرنا مناسب نہیں اس طرح دشمنوں کو خواہ مخواہ ہنسی کا موقع ملے گا۔ میرے خیال میں اشتہار شائع کرنے کی بجائے یہ بہتر ہے کہ ایک جلسہ کا انتظام کیا جائے جس میں آپ بھی تقریر کریں اور مَیں بھی تقریر کروں اور ہم دونوں لوگوں کو سمجھا دیں کہ اس طرح گفتگو نہ کیا کریں۔ چنانچہ مسجد نور میں ایک جلسے کا انتظام کیا گیا۔ مولوی محمد علی صاحب نے مجھ سے خواہش کی کہ پہلے میں تقریر کروں۔ چنانچہ میں نے جو کچھ اشتہار میں لکھا تھا وہی تقریر میں بیان کر دیا اور اتفاق پر زور دیا۔ میری تقریر کے بعد مولوی محمد علی صاحب کھڑے ہوئے مگر بجائے اس کے کہ وہ لوگوں کو کوئی نصیحت کرتے اُلٹا انہوں نے لوگوں کو ڈانٹنا شروع کر دیا کہ تم بڑے نالائق ہو مجھ پر اور خواجہ صاحب پر خواہ مخواہ اعتراض کرتے ہو تمہاری یہ حرکت پسندیدہ نہیں اس سے باز آ جاؤ۔ غرض انہوں نے خوب زجر و توبیخ سے کام لیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بجائے اتفاق پیدا ہونے کے افتراق اور بھی زیادہ ترقی کر گیا اور لوگوں کے دلوں میں اُن کے متعلق نفرت پیدا ہوگئی۔

جماعت کو اختلاف سے محفوظ رکھنے کی کوشش

چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی طبیعت اب زیادہ کمزور ہوتی جا رہی تھی اس لئے ہر شخص کے دل میں یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ آپ کے بعد کیا ہوگا۔ میرے سامنے صرف جماعت کے اتحاد کا سوال تھا۔ یہ سوال نہیں تھا کہ ہم میں سے خلیفہ ہو یا اُن میں سے۔ چنانچہ گو عام طور پر وہ لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت پر ایمان رکھتے تھے اُن کا یہی خیال تھا کہ ہم کسی ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت نہیں کر سکتے جس کے عقائد اُن کے عقائد سے مختلف ہوں کیونکہ اس طرح احمدیت کے مِٹ جانے کا اندیشہ ہے مگر میں نے دوستوں کو خاص طور پر سمجھانا شروع کیا کہ اگر حضرت خلیفۃ المسیح کی وفات پر ہمیں کسی فتنے کا اندیشہ ہو تو ہمیں انہیں لوگوں میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لینی چاہئے اور جماعت کو اختلاف سے محفوظ رکھنا چاہئے۔ چنانچہ مَیں نے اکثر دوستوں کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ اگر جھگڑا محض اِس بات پر ہو کہ خلیفہ کس جماعت میں سے ہو ہم میں سے یا اُن میں سے تو ہمیں اُن میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

حضرت خلیفۂ اوّلؓ کی وفات

13/ مارچ 1914ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ وفات پا گئے۔ میں جمعہ پڑھا کر نواب محمد علی خان صاحب کی گاڑی میں آ رہا تھا کہ راستہ میں مجھے آپ کی وفات کی اطلاع ملی اور اس طرح میرا ایک اور خواب پورا ہو گیا جو مَیں نے اس طرح دیکھا تھا کہ میں گاڑی میں سوار ہوں اور گاڑی ہمارے گھر کی طرف جا رہی ہے کہ راستہ میں مجھے کسی نے حضرت خلیفۃ المسیح کی وفات کی خبر دی۔ میں اس رؤیا کے مطابق سمجھتا تھا کہ غالباً میں اس وقت سفر پر ہوں گا جب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات ہوگی مگر خدا تعالیٰ نے اسے اس رنگ میں پورا کر دیا کہ جب جمعہ پڑھا کر مَیں گھر واپس آیا تو نواب محمد علی خان صاحب کا ملازم ان کا یہ پیغام لے کر میرے پاس آیا کہ وہ میرے انتظار میں ہیں اور ان کی گاڑی کھڑی ہے۔ چنانچہ میں اُن کے ہمراہ گاڑی میں سوار ہو کر چل پڑا اور راستہ میں مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی وفات کی اطلاع مل گئی۔

دعاؤں کی تحریک

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات پر تمام جماعتوں کو تاریں بھجوا دی گئیں اور مَیں نے دوستوں کو تحریک کی کہ ہر شخص اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے دعاؤں میں لگ جائے۔ راتوں کو تہجد پڑھے اور جسے توفیق ہو وہ کل روزہ بھی رکھے تا کہ اللہ تعالیٰ اس مشکل کے وقت جماعت کی صحیح راہنمائی کرے اور ہمارا قدم کسی غلط راستہ پر نہ جا پڑے۔

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا متفقہ فیصلہ

اُسی دن مَیں نے اپنے رشتہ داروں کو جمع کیا اور اُن سے اس اختلاف کے متعلق مشورہ طلب کیا۔ انہوں نے اس بات پر اصرار کیا کہ خلیفہ ایسا شخص ہی مقرر ہونا چاہئے جس کے عقائد ہمارے عقائد کے ساتھ متفق ہوں۔ مگر میں نے ان کو سمجھایا کہ اصل چیز جس کی اس وقت ہمیں ضرورت ہے اتفاق ہے۔ خلیفہ کا ہونا بے شک ہمارے نزدیک مذہباً ضروری ہے لیکن چونکہ جماعت میں

اختلاف پیدا ہونا بھی مناسب نہیں، اس لئے اگر وہ بھی کسی کو خلیفہ بنانے میں ہمارے ساتھ متحد ہوں تو مناسب یہ ہے کہ عام رائے لے لی جائے اور اگر نہیں اس سے اختلاف ہو تو کسی ایسے آدمی کی خلافت پر اتفاق کیا جائے جو دونوں فریق کے نزدیک بے تعلق ہو۔ اور اگر وہ یہ بھی قبول نہ کریں تو پھر انہیں میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لی جائے چاہے وہ مولوی محمد علی صاحب ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ بات منوانی اگرچہ سخت مشکل تھی مگر میرے اصرار پر ہمارے تمام خاندان نے اس بات کو تسلیم کر لیا۔

مولوی محمد علی صاحب سے ملاقات

اس کے بعد میں مولوی محمد علی صاحب سے ملا اور میں نے اُن سے کہا کہ مَیں آپ سے کچھ باتیں کرنی چاہتا ہوں۔ چنانچہ ہم دونوں جنگل کی طرف نکل گئے۔ مولوی محمد علی صاحب نے کہا کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی وفات کے بعد جلد ہی کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہئے بلکہ اس وجہ سے کہ جماعت میں اختلاف ہے اور فتنے کا ڈر ہے پورے طور پر بحث کر کے ایک بات پر متفق ہو کر کام کرنا چاہئے۔ میں نے کہا کل تک امید ہے کافی لوگ جمع ہو جائیں گے اس لئے میرے نزدیک کل جب تمام لوگ جمع ہو جائیں تو مشورہ کر لیا جائے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ نہیں اتنی جلدی کی کیا ضرورت ہے۔ چار پانچ ماہ جماعت غور کر لے پھر اس کے بعد جو فیصلہ ہو اس پر عمل کر لیا جائے۔ میں نے کہا کہ اس عرصہ میں اگر جماعت کے اندر کوئی فساد ہو گیا تو اس کا ذمہ دار کون ہوگا۔ جماعت بغیر لیڈر اور راہنما کے ہوگی اور جب جماعت کا کوئی امام نہیں ہوگا تو کون اس کے جھگڑوں کو حل کرے گا اور جماعت کے لوگ کس کے پاس اپنی فریاد لے کر جائیں گے۔ فساد کا کوئی وقت مقرر نہیں، ممکن ہے آج شام کو ہی ہو جائے۔ پس یہ سوال رہنے دیں کہ آج اس امر کا فیصلہ نہ ہو کہ کون خلیفہ بنے بلکہ آج سے پانچ ماہ کے بعد فیصلہ ہو۔ ہاں اس امر پر ہمیں ضرور بحث کرنی چاہئے کہ کون خلیفہ ہو اور میں نے مولوی محمد علی صاحب سے کہا کہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اور میرے ہم خیال اس بات پر تیار ہیں کہ آپ لوگوں میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔ مولوی صاحب نے کہا یہ بڑی مشکل بات ہے آپ سوچ لیں اور کل اس پر پھر گفتگو ہو جائے۔ چنانچہ ہم دونوں الگ ہو گئے۔

مولوی محمد علی صاحب کا ایک ٹریکٹ

رات کو جب مَیں تہجد کے لئے اٹھا تو بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی نے مجھے ایک ٹریکٹ دیا اور کہا کہ یہ ٹریکٹ تمام راستہ میں بیرونجات سے آنے والے احمدیوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ میں نے اسے دیکھا تو وہ مولوی محمد علی صاحب کا لکھا ہوا تھا اور اس میں جماعت پر زور دیا گیا تھا کہ آئندہ خلافت کا سلسلہ نہیں چلنا چاہئے اور یہ کہ حضرت خلیفہ اوّل کی بیعت بھی انہوں نے بطور ایک پیر کے کی تھی نہ کہ بطور خلیفہ کے۔ ساتھ ہی یہ بھی لکھا تھا کہ جماعت کا ایک امیر ہو سکتا ہے مگر وہ بھی ایسا ہونا چاہئے جو واجبُ الِاطَاعت نہ ہو، جو غیر احمدیوں کو کافر نہ کہتا ہو اور جس کی چالیس سال سے زیادہ عمر ہو۔ مقصد یہ تھا کہ اگر خلیفہ بنایا جائے تو مولوی محمد علی صاحب کو کیونکہ اُن کی عمر اس وقت چالیس سال سے زائد تھی اور وہ غیر احمدیوں کو کافر بھی نہیں کہتے تھے۔

انتخاب خلافت پر جماعت کے نوّے فیصد دوستوں کا اتفاق

مَیں نے جب یہ ٹریکٹ پڑھا تو آنے والے فتنہ کا تصور کر کے خود بھی دعا میں لگ گیا اور دوسرے لوگ جو اس کمرہ میں تھے اُن کو بھی مَیں نے جگایا اور اس ٹریکٹ سے باخبر کرتے ہوئے انہیں دعاؤں کی تاکید کی۔ چنانچہ ہم سب نے دعائیں کیں۔ روزے رکھے اور قادیان کے اکثر احمدیوں نے بھی دعاؤں اور روزہ میں حصہ لیا۔ صبح کے وقت بعض دوستوں نے یہ محسوس کر کے کہ مولوی محمد علی صاحب نے نہ صرف ہم سے دھوکا کیا ہے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی وصیتوں کی بھی تحقیر کی ہے ایک تحریر لکھ کر تمام آنے والے احباب میں اس غرض سے پھرائی تا معلوم ہو کہ جماعت کا رجحان کدھر ہے۔ اس میں جماعت کے دوستوں سے دریافت کیا گیا تھا کہ آپ بتائیں حضرت خلیفۂ اوّلؓ کے بعد کیا ویسا ہی کوئی خلیفہ ہونا چاہئے یا نہیں جیسا کہ حضرت خلیفۂ اوّل تھے اور یہ کہ انہوں نے حضرت خلیفۂ اوّلؓ کی بیعت آپ کو خلیفہ سمجھ کر کی تھی یا ایک پیر اور صوفی سمجھ کر۔ اس ذریعہ سے جماعت کے دوستوں کے خیالات معلوم کرنے کا یہ فائدہ ہوا کہ ہمیں لوگوں کے دستخطوں سے یہ معلوم ہو گیا کہ جماعت کا نوے فیصدی سے بھی زیادہ حصہ اس امر پر متفق ہے کہ خلیفہ

ہونا چاہئے اور اسی رنگ میں ہونا چاہئے جس رنگ میں حضرت خلیفہ اوّل تھے۔

مولوی محمد علی صاحب سے دوبارہ گفتگو

دس بجے کے قریب مجھے مولوی محمد علی صاحب کا پیغام آیا کہ کل والی بات کے متعلق مَیں پھر کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ مَیں نے اُن کو بلوا لیا اور باتیں شروع ہوگئیں۔ مَیں نے اس امر پر زور دیا کہ خلافت کے متعلق آپ بحث نہ کریں کیونکہ آپ ایک خلیفہ کی بیعت کر کے اس اصول کو تسلیم کر چکے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد جماعت میں خلفاء کا سلسلہ جاری رہے گا صرف اس امر پر بحث کریں کہ خلیفہ کون ہو۔ وہ بار بار کہتے تھے کہ اس بارہ میں جلدی کی ضرورت نہیں جماعت کو چار پانچ ماہ غور کر لینے دیا جائے۔ اور میرا جواب وہی تھا جو میں ان کو پہلے دے چکا تھا بلکہ مَیں نے اُن کو یہ بھی کہا کہ اگر چار پانچ ماہ کے بعد بھی اختلاف ہی رہا تو کیا ہوگا۔ اگر آپ کثرتِ رائے پر فیصلہ کریں گے تو کیوں نہ ابھی جماعت کی کثرت رائے سے یہ فیصلہ کر لیا جائے کہ کون خلیفہ ہو۔ جب سلسلۂ گفتگو کسی طرح ختم ہوتا نظر نہ آیا تو مَیں نے مولوی محمد علی صاحب سے کہا کہ باہر جو لوگ موجود ہیں اُن سے مشورہ لے لیا جائے۔ اس پر مولوی صاحب کے منہ سے بے اختیار یہ فقرہ نکل گیا کہ میاں صاحب! آپ کو پتہ ہے کہ وہ لوگ کس کو خلیفہ بنائیں گے۔ میں نے کہا لوگوں کا سوال نہیں مَیں خود یہ فیصلہ کر چکا ہوں کہ آپ لوگوں میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لوں اور میرے ساتھی بھی اس غرض کے لئے تیار ہیں مگر انہوں نے پھر بھی یہی جواب دیا کہ آپ جانتے ہیں وہ کس کو منتخب کریں گے۔ اس پر مَیں مایوس ہو کر اُٹھ بیٹھا کیونکہ باہر جماعت کے دوست اس قدر جوش میں بھرے ہوئے تھے کہ وہ ہمارے دروازے توڑ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ہم زیادہ صبر نہیں کر سکتے۔ جماعت اس وقت تک بغیر کسی رئیس کے ہے اور آپ کی طرف سے کوئی امر طے ہونے میں ہی نہیں آتا۔ آخر مَیں نے مولوی صاحب سے کہا چونکہ ہمارے نزدیک خلیفہ ہونا ضروری ہے اس لئے آپ کی جو مرضی ہو وہ کریں۔ ہم اپنے طور پر لوگوں سے مشورہ کر کے کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے ہیں۔ چنانچہ یہ کہتے ہوئے مَیں وہاں سے اُٹھ کھڑا ہوا اور مجلس برخواست ہوگئی۔

خلافتِ ثانیہ کا قیام

عصر کی نماز کے بعد جب نواب محمد علی خان صاحب نے حضرت خلیفہ اوّل کی وصیت سنانے کے بعد لوگوں سے درخواست کی کہ وہ کسی کو آپ کا جانشین تجویز کریں تو سب نے بالاتفاق میرا نام لیا اور اس طرح خلافتِ ثانیہ کا قیام عمل میں آیا۔

مَیں نے سنا ہے کہ اُس وقت مولوی محمد علی صاحب بھی کچھ کہنے کے لئے کھڑے ہوئے تھے مگر کسی نے اُن کے کوٹ کو جھٹک کر کہا کہ آپ بیٹھ جائیں۔ بہرحال جو کچھ ہوا اللہ تعالیٰ کی مشیّت کے ماتحت ہوا اور وہ جس کو خلیفہ بنانا چاہتا تھا اس کو اس نے خلیفہ بنا دیا۔

حضرت خلیفۂ اوّلؓ کے بعض ارشادات کی اصل حقیقت

یہ لوگ حضرت خلیفۂ اوّل کو اپنے متعلق ہمیشہ غلط فہمی میں مبتلاء کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے اسی لئے حضرت خلیفۂ اوّل کے لیکچروں میں بعض جگہ اس قسم کے الفاظ نظر آ جاتے ہیں کہ لاہوری دوستوں پر بدظنی نہیں کرنی چاہئے۔ یہ خیال کرنا کہ وہ خلافت کے مخالف ہیں جھوٹ ہے۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ یہ خود حضرت خلیفۂ اوّل سے بار بار کہتے کہ ہمارے متعلق جو کچھ کہا جاتا ہے جھوٹ ہے، ہم تو خلافت کے صدقِ دل سے مؤیّد ہیں۔ مگر اب دیکھ لو اِن کا جھوٹ کس طرح ظاہر ہوگیا اور جن باتوں کا وہ قسمیں کھا کھا کر اقرار کیا کرتے تھے اب کس طرح شدت سے اُن کا انکار کرتے رہتے ہیں۔

غرض حضرت خلیفۂ اوّل کی خلافت کو تسلیم کر لینے کے بعد ان لوگوں نے بھی خوارج کی طرح اَلْحُکْمُ لِلّٰہِ وَالْاَمْرُ شُوْرٰی بَیْنَنَا کا راگ الاپنا شروع کر دیا مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں ناکام رکھا اور جماعت میرے ہاتھ پر جمع ہوئی۔ اُن کے بعد بھی بعض لوگ بعض اغراض کے ماتحت بیعت سے علیحدہ ہوئے اور انہوں نے بھی ہمیشہ وہی شور مچایا جو خوارج مچایا کرتے تھے مگر خدا تعالیٰ نے آج تک اُن کو ناکام و نامراد رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آئندہ بھی جماعت کو ان کے فتنوں سے محفوظ رکھے۔

(ماخوذ از 'خلافتِ راشدہ')

نظامِ خلافت کی ایک عظیم الشان برکت

خلیفہء وقت کا مہربان وجود

مولانا عطاء المجیب راشد۔ امام بیت الفضل لندن

نظام خلافت کی بیشمار نعمتوں میں سے ایک عظیم الشان نعمت یہ ہے کہ خلیفہ وقت کے وجود میں ساری جماعت کو ایک ایسا دردمند اور دعا گو وجود نصیب ہوتا ہے جو ہر دکھ درد میں ان کا سہارا اور ہر خوشی میں ان کے ساتھ شریک ہوتا ہے۔ یہ کیفیت دنیاوی راہنماؤں میں کہاں جن کو ان کے عوام تب یاد آتے ہیں جب انہیں ووٹ کی ضرورت پڑتی ہے۔ لیکن خلافت کے بابرکت نظام میں خلیفہ وقت جماعت مومنین کے لئے ہر روز اور ہر وقت ایک رؤوف و رحیم باپ کی طرح ہوتا ہے۔ غم کے مارے اس کے آستانہ پر آکر اپنا بوجھ ہلکا کرتے ہیں اور دعاؤں کے خزانوں سے جھولیاں بھر کر لوٹتے ہیں۔ یہ ایسی نعمت ہے جو آج سوائے جماعتِ احمدیہ کے دنیا کے کسی اور نظام میں لوگوں کو میسر نہیں۔

کینیڈا کے ایک پروفیسر ڈاکٹر Gualtieri حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے پہلی بار ملنے آئے تو اس عاجز کو بھی ان سے ملنے کا موقعہ ملا اور میں نے حضور انور کی ذات کے بارہ میں چند باتیں بطور تعارف اپنے انداز میں ذکر کیں، بعد ازاں وہ حضور سے ملاقات کرنے چلے گئے۔ واپس آئے تو انہوں نے اظہار کیا کہ ملاقات کے لئے جاتے وقت میں یہ تاثر لے کر گیا کہ احباب جماعت اپنے خلیفہ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ وہاں جو باتیں ہوئیں ان کے بعد میں یہ کہوں گا کہ احباب جماعت کی اپنے خلیفہ سے محبت اپنی جگہ لیکن میں اس یقین سے واپس لوٹا ہوں کہ جماعت کا خلیفہ اپنی جماعت کے افراد سے ان سے بھی زیادہ محبت رکھتا ہے۔ کیا سچی اور برحق بات اس پروفیسر نے کہی۔ ماں سے زیادہ محبت کرنے والا اور دن رات ان کو دعاؤں پر دعائیں دینے والا، ان کے غم میں گھلنے والا اور ان کی خوشیوں میں پوری طرح شامل وجود کسی نے دیکھنا ہو تو خلیفہ وقت کے وجود میں نظر آتا ہے! عالم احمدیت سے باہر یہ نعمت آج کسی اور کو نصیب نہیں ؎

جل رہا ہے ایک عالم دھوپ میں بے سائباں
شکر مولیٰ کہ ہمیں یہ سایہء رحمت ملا

حضرت مصلح موعودؓ نے ایک بار اس کا نقشہ اس طرح کھینچا تھا، فرمایا:

”تمہارے لئے ایک شخص تمہارا درد رکھنے والا، تمہاری محبت رکھنے والا، تمہارے دکھ کو اپنا دکھ سمجھنے والا، تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف جاننے والا، تمہارے لئے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا، مگر ان کے لئے نہیں ہے۔ تمہارا اسے فکر ہے، درد ہے اور وہ تمہارے لئے اپنے مولیٰ کے حضور تڑپتا رہتا ہے۔ لیکن ان کیلئے ایسا کوئی نہیں ہے۔ کسی کا اگر ایک بیمار ہو تو اس کو چین نہیں آتا۔ لیکن کیا تم ایسے انسان کی حالت کا اندازہ کر سکتے ہو جس کے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بیمار ہوں۔“

(انوار العلوم جلد 2 صفحہ 158)

اسی تسلسل میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا ایک ارشاد پیش کرتا ہوں جس میں آپ نے اپنی قلبی کیفیات اور دعاؤں کا تذکرہ ایک دل گداز رنگ میں کیا ہے آپ نے فرمایا:

”میں آپ میں سے آپ کی طرح کا ہی ایک انسان ہوں اور آپ میں سے ہر ایک کیلئے اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اتنا پیار پیدا کیا ہے کہ آپ لوگ اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے بعض دفعہ سجدہ میں مَیں جماعت کیلئے اور جماعت کے افراد کیلئے یوں دعا کرتا ہوں کہ اے خدا! جو مجھے خط لکھنا چاہتے تھے لیکن کسی

سستی کی وجہ سے نہیں لکھ سکے ان کی مرادیں پوری کردے۔ اور اے خدا! جنہوں نے مجھے خط نہیں لکھا اور نہ انہیں خیال آیا ہے کہ دعا کیلئے خط لکھیں اگر انہیں کوئی تکلیف ہے یا ان کی کوئی حاجت اور ضرورت ہے تو ان کی تکلیف کو بھی دور کردے اور حاجتیں بھی پوری کردے۔‘‘

(روزنامہ الفضل ربوہ 21دسمبر 1966)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے زمانے کا واقعہ ہے۔ چوہدری حاکم دین صاحب بورڈنگ کے ایک ملازم تھے۔ ان کی بیوی، پہلے بچے کی ولادت کے وقت بہت تکلیف میں تھی۔ اس کربناک حالت میں رات کے بارہ بجے وہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے دروازہ پر حاضر ہوئے۔ دروازہ پر دستک دی۔ آواز سُن کر پوچھا کون ہے؟ اجازت ملنے پر اندر جا کر زچگی کی تکلیف کا ذکر کیا اور دعا کی درخواست کی۔ حضور فوراً اٹھے، اندر جا کر ایک کھجور لے کر آئے اور اس پر دعا کر کے انہیں دی اور فرمایا:

’’یہ اپنی بیوی کو کھلا دیں اور جب بچہ ہو جائے تو مجھے بھی اطلاع دیں۔‘‘

چوہدری حاکم دین صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں واپس آیا کھجور بیوی کو کھلا دی اور تھوڑی ہی دیر میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بچی کی ولادت ہوئی۔ رات بہت دیر ہو چکی تھی میں نے خیال کیا کہ اتنی رات گئے دوبارہ حضور کو اس اطلاع کیلئے جگانا مناسب نہیں۔ نماز فجر میں حاضر ہو کر میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کھجور کھلانے کے جلد بعد بچی پیدا ہو گئی تھی۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے جو فرمایا وہ سننے اور یاد رکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ دل گداز الفاظ طبیعت میں رقت پیدا کر دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

’’میاں حاکم دین! تم نے اپنی بیوی کو کھجور کھلا دی اور تمہاری بچی پیدا ہو گئی اور پھر تم اور تمہاری بیوی آرام سے سو گئے۔ مجھے بھی اطلاع کر دیتے تو میں بھی آرام سے سو رہتا۔ میں تو ساری رات جاگتا رہا اور تمہاری بیوی کیلئے دعا کرتا رہا!‘‘

چوہدری حاکم دین صاحب نے یہ واقعہ بیان کیا اور بے اختیار رو پڑے اور کہنے لگے:

’’کہاں چپڑاسی حاکم دین اور کہاں نورالدین اعظم‘‘

(رفقاء احمد جلد 8 صفحہ 72,71)

آج بھی خدائے رحمٰن نے اپنے لطف و احسان سے ہمیں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ذات میں ایسا مہربان آقا عطا فرمایا ہے جو ہم میں سے ہر ایک کو اس محبت سے گلے لگاتا ہے کہ غم بھول جاتا ہے اور دل کی پاتال تک خوشی و مسرت کا بسیرا ہو جاتا ہے۔ خدائے ذوالمنن کا احسان ہے کہ اس نے ایسا خلیفہ ہمیں عطا فرمایا ہے جو محبت بھری دعاؤں کا کبھی نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے۔ اس کا محبت بھرا سلوک دلوں کو لُوٹتا چلا جاتا ہے۔

خلفائے احمدیت کی محبت و شفقت اور دعاؤں کے فیض کا سلسلہ اتنا وسیع اور اتنا دلگداز ہے کہ بیان کا یارا نہیں۔ کاش میرے لئے ممکن ہوتا تو میں دنیا کو بتاتا کہ ہم خلافت احمدیہ کے سایہ میں کس جنت میں دن رات بسر کر رہے ہیں۔ حق یہ ہے کہ یہ کیفیت لفظوں میں بیان کرنے والی نہیں بلکہ ذاتی تجربہ کی روشنی میں محسوس کرنے اور جاننے والی عظیم دولت ہے۔

میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اکناف عالم میں بسنے والے کروڑوں عشاق احمدیت اس بات پر زندہ گواہ ہیں کہ آج نظام خلافت کے سایہ سے بڑھ کر کوئی اور عافیت بخش سایہ نہیں اور خلیفہ وقت ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ذات اقدس سے محبت، الفت اور فدائیت کی لہریں ہر احمدی کے دل میں ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح موجزن ہیں۔ خلافت احمدیہ اور خلیفہ وقت کے ساتھ آج کروڑوں احمدیوں کی یہ بے لوث فدائیت اور محبت ایک خدا داد دولت ہے جس سے ہر احمدی کا دل مالا مال ہے۔ ہر احمدی کے دل کے جذبات کا ترجمان یہ دعائیہ شعر ہے ؎

میرے آقا کی محبت ہو مری روح کی راحت
اس کی شفقت بھری نظروں کی عطا ہو دولت

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ نظام خلافت اور خلیفہ وقت سے سچی اور مخلصانہ محبت اور فدائیت ہر احمدی کو نصیب کرے کہ اسی سے ہماری روحانی بقاء اور ترقیات وابستہ ہیں۔

(بحوالہ روزنامہ الفضل 17-24 مئی 2007)

اسلامی نظامِ خلافت

میر غلام احمد نسیم ایم اے شاہد مربی سلسلہ احمدیہ (ریٹائرڈ)

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّھُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِھِمۡ ۪ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمۡ دِیۡنَھُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَھُمۡ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِھِمۡ اَمۡنًا ؕ

(النور: 56)

تم میں سے جولوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے ان سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا۔۔۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے بعض اعتراضات کے جواب بہت ہی مدلّل بیان فرمائے ہیں۔ان میں سے ایک اعتراض جو ایک عام قاری کے ذہن میں ابھرتا ہے وہ یہ ہے کہ وعدہ امت مسلمہ سے ہے نہ افراد سے۔جیسے فرمایا:

''انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا''

حضورؓ فرماتے ہیں:

''پہلا اعتراض اس آیت پر یہ کیا جاتا ہے کہ اس آیت میں امت مسلمہ سے وعدہ ہے نہ کہ بعض افراد سے اور امت کو خلیفہ بنانے کا وعدہ ہے نہ کہ بعض افراد کو۔پس اس سے مراد مسلمانوں کو غلبہ اور حکومت میسر آجانا ہے نہ کہ بعض افراد کا خلافت پر متمکّن ہوجانا۔اس اعتراض کا جواب یہ ہے:

1۔ بے شک یہ وعدہ قوم سے ہے مگر قوم سے کسی وعدہ کے کئے جانے کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ افراد کے ذریعہ وہ وعدہ پورا نہ ہو۔بعض وعدے قوم سے ہوتے ہیں لیکن افراد سے پورے کئے جاتے ہیں۔اور کہا یہی جاتا ہے کہ قوم سے جو وعدہ کیا گیا تھا وہ پورا ہوگیا۔اس کی مثالیں دنیا کی ہر زبان میں ملتی ہیں۔۔۔پس قوم سے وعدہ کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ افراد کے ذریعہ وہ وعدہ پورا نہ ہوا۔کئی وعدے قوم سے ہی ہوتے ہیں لیکن پورے وہ افراد کے ذریعہ کئے جاتے ہیں اس کی مثال ہمیں قرآن کریم سے بھی ملتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِذۡ قَالَ لِقَوۡمِہٖ یٰقَوۡمِ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ اِذۡ جَعَلَ فِیۡکُمۡ اَنۡۢبِیَآءَ وَجَعَلَکُمۡ مُّلُوۡکًا ٭ۖ

(المائدہ: 21)

یعنی موسیٰ ؑ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ اس نے تم میں اپنے انبیاء مبعوث کئے اور اس نے تم کو بادشاہ بنایا۔اب کوئی ثابت کرسکتا ہے کہ سب بنی اسرائیل بادشاہ بن گئے تھے۔یقیناً ان بنی اسرائیل میں بڑے بڑے غریب بھی ہوں گے مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام ان سے یہی فرماتے ہیں کہ ''جَعَلَکُمۡ مُّلُوۡکًا'' اس نے تم سب کو بادشاہ بنایا۔مراد یہی ہے کہ جب کسی قوم میں سے بادشاہ ہو تو چونکہ وہ قوم ان انعامات اور فوائد سے حصہ پاتی ہے جو بادشاہ سے تعلق رکھتے ہیں۔اس لئے بالفاظ دیگر ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ بادشاہ ہوگئی۔پس جب ''جَعَلَکُمۡ مُّلُوۡکًا'' کی موجودگی کے باوجود اس آیت کے یہ معنی نہیں کئے جاتے کہ ہر یہودی بادشاہ بنالو

''وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّھُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِھِمۡ ۪''

سے یہ کیونکر نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ یہ وعدہ بعض افراد کے ذریعہ پورا نہیں ہونا چاہیئے۔بلکہ امت کے ہر فرد کو خلافت کا انعام ملنا چاہیئے۔پھر اگر اس سے قومی غلبہ بھی مراد لے لو تب بھی ہر مومن کو یہ غلبہ کہاں حاصل ہوتا ہے پھر بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ بعض افراد کو غلبہ ملتا ہے اور بعض کو نہیں۔صحابہؓ میں سے بھی کئی ایسے

تھے جو قومی غلبہ کے زمانے میں بھی غریب ہی رہے اور ان کی مالی حالت کچھ زیادہ اچھی نہیں ہوتی۔۔۔

دوسری مثال اس کی یہ آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ

(البقرۃ: 92)

کہ جب یہود سے یہ کہا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں جو کچھ اترا ہے اس پر ایمان لاؤ تو وہ کہتے ہیں نُؤْمِنُ بِمَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا ہم تو اسی پر ایمان لائیں گے جو ہم پر نازل ہؤا ہے۔ اور یہ امر صاف ظاہر ہے کہ وحی ان پر نہیں اتری تھی بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتری تھی۔ مگر وہ کہتے ہیں ہم پر اتری۔ گویا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام کے متعلق اُنْزِلَ عَلَيْنَا کہتے ہیں۔ اسی طرح بعض افراد پر جو اس قسم کا انعام نازل ہو جس سے ساری قوم کو فائدہ پہنچتا ہو تو یہی کہا جاتا ہے کہ وہ ساری قوم کو ملا۔ چونکہ ملوکیت کے ذریعہ سے ساری قوم کی عزت ہوتی ہے اس وجہ سے "جَعَلَكُمْ مُلُوْكًا" فرمایا اور چونکہ خلافت سے سب قوم نے نفع اٹھانا تھا اس لئے خلافت کے بارہ میں بھی یہی کہا کہ تم کو خلیفہ بنایا جائے گا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل نے اس امر پر شہادت دے دی ہے کہ اس کی آیت سے کیا مراد ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ کہا تھا کہ

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ص

کہ وہ ایمان اور عمل صالح پر قائم رہنے والوں کو زمین میں اسی طرح خلیفہ بنائے گا جس طرح اس نے پہلوں کو خلیفہ بنایا۔ اب اگر اللہ تعالیٰ کی اس سے جمہوریت مراد تھی تو ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ آیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ جمہوریت قائم ہوئی یا نہیں اور اگر خدا تعالیٰ کا منشاء تھا کہ بعض افراد امت کو خلافت ملے گی اور ان کی وجہ سے تمام قوم برکات خلافت کی مستحق قرار پائے گی تو ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ آیا اس رنگ میں مسلمانوں میں خلافت قائم ہوئی یا نہیں؟ اس نکتہ نگاہ کے ماتحت جب ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کے حالات دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ بعض افراد امت کو ہی خلافت ملی تھی۔ سب کو خلافت نہیں ملی۔ بہر حال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں جس رنگ میں خلافت قائم کی وہ خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی یہ فعلی شہادت بتا رہی ہے کہ قوم سے اس وعدہ کو بعض افراد کے ذریعہ ہی پورا کیا جائے گا۔"

(تفسیر کبیر جلد ششم صفحات 387-389)

اسلام میں خلافتِ راشدہ کے مجموعی امتیازات سات ہیں

اوّل۔ انتخاب

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا

(سورۃ النساء: 59)

یہاں امانت کا لفظ ہے لیکن ذکر چونکہ حکومت کا ہے اسلئے امانت سے مراد امانتِ حکومت ہے۔ آگے طریق انتخاب مسلمانوں پر چھوڑ دیا۔ چونکہ خلافت اُس وقت سیاسی تھی مگر اس کے ساتھ مذہبی بھی، اس لئے دین کے قائم ہونے تک اُس وقت کے لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ انتخاب صحابہ کریں کہ وہ دین اور دیندار کو بہتر سمجھتے تھے ورنہ ہر زمانہ کے لئے طریق انتخاب الگ ہو سکتا ہے۔ اگر خلافت صحابہؓ کے بعد چلتی تو اس پر بھی غور ہو جاتا کہ صحابہؓ کے بعد انتخاب کس طرح ہؤا کرے۔ بہر حال خلافت انتخابی ہے اور انتخاب کے طریق کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر چھوڑ دیا ہے۔

دوم۔ شریعت

خلیفہ پر اُوپر سے شریعت کا دباؤ ہے وہ مشورہ کو رَدّ کر سکتا ہے مگر شریعت کو رَدّ نہیں کر سکتا۔ گویا وہ کانسٹی ٹیوشنل ہیڈ ہے، آزاد نہیں۔

سوم۔ شوریٰ

اُوپر کے دباؤ کے علاوہ نیچے کا دباؤ بھی اس پر ہے یعنی اسے تمام اہم امور میں

مشورہ لینا اور جہاں تک ہو سکے اس سے استفادہ کرنا ہوتا ہے۔

چہارم۔اندرونی دباؤ یعنی اخلاقی

علاوہ شریعت اور شوریٰ کے اس پر نگران اس کا وجود بھی ہے کیونکہ وہ مذہبی رہنما بھی ہے اور نمازوں کا امام بھی۔اس وجہ سے اس کا دماغی اور شعوری دباؤ اور نگرانی بھی اسے راہِ راست پر چلانے والا ہے جو خالص سیاسی ،منتخب یا غیر منتخب حاکم، پرنہیں ہوتا۔

پنجم۔مساوات

خلیفہ اسلامی انسانی حقوق میں مساوی ہے جو دنیا میں اَور کسی حاکم کو حاصل نہیں۔ وہ اپنے حقوق عدالت کے ذریعہ سے لے سکتا ہے اور اس سے بھی حقوق عدالت کے ذریعہ سے لئے جاسکتے ہیں۔

ششم۔عصمتِ صغریٰ

عصمتِ صغریٰ اسے حاصل ہے یعنی اسے مذہبی مشین کا پُرزہ قرار دیا گیا ہے اور وعدہ کیا گیا ہے کہ ایسی غلطیوں سے اُسے بچایا جائے گا جو تباہ کُن ہوں اور خاص خطرات میں اس کی پالیسی کی اللہ تعالیٰ تائید کرے گا اور اسے دشمنوں پر فتح دے گا۔گویا وہ مؤیّد من اللہ ہے اور دوسرا کسی قسم کا حاکم اس میں اس کا شریک نہیں۔

ہفتم۔وہ سیاسیات سے بالا ہوتا ہے اس لئے اس کا کسی پارٹی سے تعلق نہیں ہوسکتا

وہ ایک باپ کی حیثیت رکھتا ہے اس کے لئے کسی پارٹی میں شامل ہونا یا اس کی طرف مائل ہونا جائز نہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِذَاحَکَمۡتُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡکُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ ؕ

(سورۃ النساء: 59)

یعنی جب ایسے شخص کا انتخاب ہو تو اس کا فرض ہے کہ وہ کامل انصاف سے فیصلہ کرے۔کسی ایک طرف خواہ شخصی ہو یا قومی ہو نہ جھکے۔''

(ماھنامہ الفرقان ربوہ۔ مئی 1967صفحہ6-7)

خیر کا سرچشمہ

امتہ الباری ناصر

سو سال خلافت جو تسلسل سے رواں ہے
دراصل مسیحا کی صداقت کا نشاں ہے

انعامِ خداوندی ہے یہ دوسری قدرت
یہ سورۂ النُّور میں قرآں کا بیاں ہے

اب عافیت و امن کا منبع ہے خلافت
دُنیا کے مفاسد سے اماں ہے تو یہاں ہے

اس ڈھال کے پیچھے ہی ہر اک فتح وظفر ہے
اب دین کی واللہ خلافت میں ہی جاں ہے

بنیاد ہیں اس قصر کی پُر درد دُعائیں
اخلاص و محبت کا نرالا ہی سماں ہے

پیوستگی اس پیڑ سے ضامن ہے بقا کی
سچ ہی تو کہا جاتا ہے جاں ہے تو جہاں ہے

بیعت نے اُبھارا ہے نیا رنگِ عقیدت
اس دَور میں یہ رنگ کہیں اَور کہاں ہے

دلدادہ و دلدار ہوئے یک دل و یک جاں
دریائے محبت ہے جو ہر سمت رواں ہے

ہے خیر کا سرچشمہ دعاؤں کا اِدارہ
یہ دل ہے خلیفہ کا یا تقویٰ کا مکاں ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل حکیم مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کے سفر

حبیب الرحمٰن زیروی

انبیاء کرام کے سپرد جو کام کیا جاتا ہے اور جو مشن وہ لے کر آتے ہیں اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے معاونین اَور مددگاروں کی ضرورت ہوتی ہے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی دعائیں فرمایا کرتے تھے کہ ''یا اللہ عُمر ابن الخطاب یا عمرو بن ہشام (ابوجہل) میں سے کوئی ایک ضرور اسلام کو عطا کردے'' حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو بہت تقویت پہنچی اور انہوں نے دارِارقم سے نکل کر برملا مسجد حرام میں نماز ادا کی۔

(سیرت خاتم النبیین صفحہ 158۔159)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی یہی فریاد کیا کرتے تھے چنانچہ آئینہ کمالات اسلام میں آپ فرماتے ہیں:

''میں رات دن خدا تعالیٰ کے حضور چلّاتا اور عرض کرتا رہا کہ اے میرے رب میرا کون ناصر اور مددگار ہے میں تنہا ہوں اور جب دعا کا ہاتھ پے در پے اٹھا اور فضائے آسمانی میری دعاؤں سے بھر گئی تو اللہ تعالیٰ نے میری عاجزانہ دعا قبول کی اور رب العالمین کی رحمت جوش میں آئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مخلص اور صدیق عطا فرمایا جو میرے مددگاروں کی آنکھ اور میرے مخلصین دین کا خلاصہ ہے اس مددگار کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح نورالدین ہے وہ مولد کے لحاظ سے بھیروی اور نسبت کے لحاظ سے ہاشمی قریشی ہے وہ اسلام کے سرداروں میں سے ہے۔''

یہاں حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب کے سفروں کا تذکرہ کرنا مقصود ہے۔ جس سے معلوم ہوگا کہ آپ کی طبیعت میں ابتداء سے ہی حصول علم کی پیاس اور تلاش حق کی جستجو تھی اور قدرت آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا معین اور مددگار بننے کے لئے تیار کر رہی تھی۔

پہلا سفرِ زندگی

1853 میں جب کہ آپ کی عمر 12 برس کی ہوئی آپ کو اپنے بڑے بھائی مولوی سلطان احمد صاحب کے پاس لاہور آنا پڑا جنہوں نے کابلی مل کی حویلی میں مطبع قادری کھول رکھا تھا۔ یہاں آ کر آپ نے منشی محمد قاسم کشمیری سے فارسی زبان پڑھنی شروع کی وہ آپ کو بڑی محبت سے رزم بزم اور بہاریہ مضمون لکھ کر دیتے اور حضرت مولوی صاحب سے لکھواتے خوشخطی کے استاد امام ویردی مقرر ہوئے قیام لاہور کے اس زمانہ میں آپ کو لاہور کے مشہور حکیم الہ دین صاحب سے بھی نیاز حاصل ہوا دو سال لاہور میں قیام کے بعد آپ بھیرہ واپس آ گئے۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 28)

راولپنڈی نارمل سکول میں داخلہ

قریباً 1858ء میں جب کہ آپ کی عمر اٹھارہ برس کے قریب تھی آپ نے نارمل سکول راولپنڈی میں داخلہ لیا۔ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے نارمل سکول سے آپ نے تحصیل کا امتحان اس درجہ نمایاں کامیابی سے پاس کرلیا کہ آپ پنڈ دادنخان کے انگریزی سکول کے ہیڈ ماسٹر بنا دیئے گئے۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 30)

پنڈ دادنخاں میں قیام

تحصیل جہلم میں دریائے جہلم کے تھوڑے سے فاصلہ پر پنڈ دادنخاں کا قصبہ آباد ہے۔ جہاں ورنیکلر مڈل سکول میں حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل چار سال تک ہیڈ ماسٹر رہے جس کے بعد آپ نے ازخود ہیڈ ماسٹری سے استعفیٰ دے دیا۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 31)

دوسرا سفر لاہور

ملازمت کو خیر باد کہنے کے بعد آپ کے والد ماجد نے آپ کو تعلیم عربی کی تکمیل کے لئے تاکید فرمائی مزید تعلیم کے لئے آپ کے بھائی آپ کو لاہور لائے اور آپ کو حکیم محمد بخش صاحب اور چند اور اساتذہ کے سپرد فرمایا۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 32)

سفر رامپور

ایک طالب علم نے ہندوستان جا کر تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ آپ ایک لمبے سفر پر محض علم کے حصول کے لئے لاہور سے نکل کھڑے ہوئے آپ کے ساتھ دو اور طالب علم بھی تھے آپ کا اصل ارادہ رامپور جانے کا تھا جو ان دنوں مشرقی علوم کا مرکز تھا اور لکھنؤ اور دہلی کے تمام کاملین علوم و فنون وہاں جمع تھے۔ رامپور میں آپ کی ملاقات مولوی حافظ عبدالحق صاحب سے ہوئی جو کہ بڑی مروّت اور محبت سے پیش آئے انہوں نے طلباء کے قیام طعام بلکہ کتابوں تک کی فراہمی کی ذمہ داری اٹھائی اور استادوں کی بھی چنانچہ آپ اپنے ساتھیوں سمیت انہی کی مسجد میں مقیم ہو گئے جہاں آپ کا تین سال تک قیام رہا۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 33)

سفر مرادآباد

رامپور میں دوپہر اور رات کو جا جا کر سبق پڑھنے اور دن رات مطالعہ میں منہمک رہنے کی وجہ سے آپ کو بے خوابی کا مرض لاحق ہو گیا آپ رامپور سے مرادآباد چلے گئے جہاں ایک صاحب عبدالرشید بنارسی سے آپ کی ملاقات ہوگئی جنہوں نے ڈیڑھ مہینہ تک آپ کی بے حد خدمت کی حتّی کہ آپ اس عارضہ سے بکلی شفایاب ہو گئے۔

لکھنؤ میں آمد

بحالی صحت کے بعد آپ نے لکھنؤ کا قصد کیا راستہ میں کانپور میں اپنے بھائی کے ایک دوست عبدالرحمٰن خان مالک مطبع نظامی کے پاس ٹھہرے انہوں نے حکیم علی حسین صاحب لکھنوی کی بہت تعریف کی اور دوسرے دن گاڑی میں سوار کر کے لکھنؤ روانہ کر دیا۔ لکھنؤ آپ کس حالت میں پہنچے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعلیم اور رہائش کے لئے کس طرح غیبی سامان فرمائے یہ نہایت درجہ ایمان پرور اور رُوح افزا حالات ہیں آپ لکھنؤ میں مختلف علماء سے ملے اور عجیب عجیب باتیں سننے میں آئیں آخر آپ کے بھائی صاحب کے ایک دوست علی بخش خان نے آپ کو ایک مکان دیا اور وہاں کھانے کا انتظام آپ کو خود کرنا پڑا جو کہ ایک مشکل تجربہ تھا جو کہ آپ کے لئے ناممکن تھا چنانچہ آپ نے ان الفاظ میں دعا کی ''اے مولیٰ کریم ایک نادان کے کام سپرد کرنا اپنے بنائے ہوئے رزق کو ضائع کرنا ہے یہ کس لائق ہے جس کے سپرد روٹی پکانا کیا گیا ہے۔'' چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوئی اور قیام وطعام کا بہترین انتظام ہو گیا وہاں پر حکیم صاحب نے آپ سے دریافت فرمایا طب کہاں تک پڑھنا چاہتے ہو تو آپ نے فرمایا افلاطون کے برابر۔ لکھنؤ میں مولوی فضل اللہ فرنگی محل سے آپ نے پڑھائی شروع کی۔ لکھنؤ کے زمانہ قیام میں آپ کو شیعہ حضرات کے عقائد و اعمال کو قریب سے دیکھنے اور سننے کا بڑا اتفاق ہوا۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 37)

رامپور میں دوبارہ وُرود

لکھنؤ سے آپ حکیم علی حسن صاحب کے ہمراہ رامپور چلے گئے اور دوبارہ حافظ عبدالحق صاحب کے ہاں قیام پذیر ہوئے اور محلّہ پنجابیاں کے لوگ بدستور آپ سے بہت مروّت کرتے رہے۔ حضرت مولوی صاحب دو برس تک حکیم صاحب کے پاس رہے اور بمشکل قانونِ بوعلی سینا کا عملی حصہ ختم کیا اور سند

حاصل کرنے کے بعد ان سے اجازت چاہی کہ عربی کی تکمیل اور حدیث پڑھنے کیلئے جانا ہے۔ انہوں نے میرٹھ اور دہلی جانے کا مشورہ دیا۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 40)

سفر میرٹھ و دہلی

آپ جب میرٹھ پہنچے تو حافظ احمد علی صاحب سہارنپوری کلکتہ چلے گئے اور مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی مجاہدین کو روپیہ پہنچانے کے مقدمہ میں ماخوذ تھے اس طرح دونوں اصحاب سے ایک حرف تک پڑھنے کا موقعہ نہ مل سکا گو ایک دوسرے وقت میں آپ نے حافظ صاحب سے پھر بھی کچھ استفادہ کیا مگر مولوی نذیر حسین صاحب سے تو بالکل کوئی فائدہ نہیں اٹھایا لیکن دہلی میں محمد اسماعیل شاہ عبدالغنی سے آپ نے بہت فائدے اٹھائے۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 43)

بھوپال میں پہلی مرتبہ آمد

میرٹھ اور دہلی میں جب آپ کو حصول تعلیم میں کامیابی نہ ہوئی تو آپ ریاست بھوپال کی طرف روانہ ہو گئے۔ گوالیار پہنچے تو حضرت سیّد احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مخلصین میں سے ایک بزرگ سے ملاقات ہوگئی ان کی صحبت سے آپ کو ایسی خوشی ہوئی کے وہیں رہ پڑے۔ گوالیار میں چند دن قیام کے بعد آپ ایک ساتھی محمود نامی افغان کے ساتھ آگے روانہ ہوئے۔ یہ سفر نہایت کٹھن تھا پاؤں زخمی اور ماندہ ہو گئے تھک کر چھاؤنی گونہ نامی ایک ویران مسجد میں شب باش ہوئے جب آپ بھوپال میں پہنچے تو شہر کے باہر ایک سرائے میں اپنا اسباب رکھ کر اپنے ہمراہ صرف ایک روپیہ لے کر شہر کے اندر داخل ہوئے آٹھ آنے کا ایک وقت کا کھانا کھایا اور جو اٹھنّی باقی بچی تھی وہ کہیں گر گئی۔ آپ کی ملاقات منشی جمال الدین مدار المہام ریاست بھوپال سے ہوئی جنہوں نے توشہ خانہ میں رہنے کو ایک کمرہ دے دیا اور قیم کتب خانہ کو کہہ دیا کہ جو کتاب آپ پڑھنا چاہیں آپ کو مت روکیں اس کے بعد آپ نے حضرت مولوی عبد القیوم صاحب سے جو ایک باخدا بزرگ و عالم تھے صحیح بخاری اور ہدایہ پڑھنا شروع کیا اور ایک مدت تک سبق جاری رکھا آخر آپ نے حرمین شریفین کا ارادہ کیا بھوپال سے رخصتی کے وقت آپ نے مولوی عبدالقیوم صاحب سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی بات بتائیں جس سے میں ہمیشہ خوش رہوں آپ نے فرمایا کہ

''نہ خدا بننا نہ رسول''

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 44)

حرمین شریفین کے لئے سفر

آپ جب دیار حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے روانہ ہوئے تو بعض روایات کے مطابق آپ کی عمر 24، 25 سال کے لگ بھگ تھی گویا عین عنفوان شباب تھا شمسی حساب سے 66-1865ء ہوگا۔ بھوپال سے الوداع ہو کر آپ بُرھان پور اسٹیشن پر اترے۔ جہاں آپ کی ملاقات مولوی عبداللہ سے ہوئی۔ یہاں سے آپ بمبئی کے لئے روانہ ہوئے جہاں آپ کی ملاقات مولوی عنایت اللہ نامی ایک بزرگ سے ہوئی۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 59)

بمبئی سے روانگی

بمبئی سے روانگی کے وقت آپ کو اپنے وطن کے پانچ آدمی حج کو جاتے ہوئے مل گئے جن کے باعث آپ کو جہاز میں بڑا آرام ملا جہاز بندرگاہ حدیدہ میں لنگر انداز ہوا آپ یمنی علماء سے ملاقات کے لئے حدیدہ سے مراعہ پہنچے الغرض یمن کے وسطی حصّہ کے حالات کا بچشم خود مطالعہ کرنے کے بعد آپ حدیدہ سے بذریعہ جہاز جدّہ پہنچے اور جدّہ سے بالآخر مکّہ معظمہ کی مقدس سرزمین میں داخل ہوئے راستہ میں خدائی نصرت وغیبی مدد کے نظارے آئے جن کی تفصیل آپ کی سوانح عمری میں موجود ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ59)

مکہ معظّمہ میں پہلی بار

مکہ معظمہ میں ایک بزرگ محمد حسین صاحب سندھی رہا کرتے تھے آپ ان کے مکان پر اترے انہوں نے اپنا بیٹا آپ کے ساتھ کر دیا کہ آپ کو طواف القدوم کرا

دے۔طواف کرتے ہوئے آپ نے پہلے حجرِ اسود کی طرف جا کر تکبیر وکلمہ کہااور اسے بوسہ دیا پھر دائیں دروازے سے ہوکر سات بار خانہ کعبہ کے گرد چکر لگائے اور مقام ابراہیم کے پاس جا کر دو رکعت نماز ادا کی آپ کو ایک دوسرے موقعہ پر یہ خصوصیت بھی حاصل ہوئی کہ آپ نے خانہ کعبہ کا طواف ایسے وقت میں کیا جب کہ کوئی اور طواف نہیں کر رہا تھا۔

مکہ معظّمہ میں آپ نے جن اکابر علماء وفضلاء سے حدیث پڑھی ان کے نام یہ ہیں۔

1۔ شیخ محمد خزرجی (نسائی۔ابوداؤد۔ابن ماجہ)

2۔ شیخ الحدیث سیّد حسین صاحب (صحیح مسلم شریف)

3۔ حضرت مولوی رحمت اللہ صاحب کیرانوی مہاجر مکّی (موطا)

مکہ میں حضرت مولانا نورالدین خلیفہ اوّلؓ نہ صرف پڑھتے رہے بلکہ اپنے علم سے دوسروں کو بھی مستفید فرماتے رہے چنانچہ انہی ایام میں آپ مولوی ابوالخیر صاحب دہلوی کو فقہ کی کتاب ''درمختار'' پڑھاتے رہے۔مکہ میں آپ کو بعض بڑے افسوس ناک واقعات بھی پیش آئے جن کا آپ نے تفصیل سے اپنی سوانح عمری میں ذکر فرمایا ہے

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ60)

سفر مدینہ طیبہ

مکہ معظّمہ میں پہلی مرتبہ آپ کا قیام ڈیڑھ برس تک ہو چکا تھا کہ حضرت شاہ عبد الغنیؒ صاحب سے نیاز حاصل ہو گئے اور آپ نے ان سے فیض صحبت اٹھانے کے لئے مدینہ طیبّہ کا قصد کر لیا۔مدینہ پہنچتے ہی آپ شاہ عبدالغنی کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے آپ کو ایک علیحدہ حجرہ رہنے کے لئے دے دیا۔ حضرت شاہ صاحب مدینہ میں بخاری شریف۔ترمذی شریف۔مثنوی مولانا روم۔ قیشریہ کا درس دیا کرتے تھے۔

قیام مدینہ کا اہم ترین واقعہ یہ ہے کہ آپ کو اپنے پیرومرشد حضرت شاہ عبدالغنیؒ کے ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس صحیح احادیث کا راوی بننے کا شرف حاصل ہوا حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اوّل نے نہ صرف یہ احادیث خود یاد کیں بلکہ ان کو اپنے بعض شاگردوں تک بھی پہنچایا جن میں حضرت میر محمد اسحاق صاحب اور حضرت حافظ روشن علی صاحب بھی شامل ہیں۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 63)

مکہ معظّمہ میں دوسری بار

مدینہ میں کچھ عرصہ گزار کر حضرت مولوی نورالدین صاحب مدینہ سے دوبارہ عازم مکّہ ہوئے یہ 69-1868ء کی بات ہے اور یہ حج کے مہینے تھے آپ ''کداء'' مقام سے مکہ میں داخل ہوئے۔آپ قبل ازیں ایک حج کر چکے تھے اس سال آپ دوسری دفعہ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے جس سے روحانی انوار و برکات بھی آپ کو حاصل ہوئے اور حج کا فلسفہ اور بے شمار فوائد پر بھی حق الیقین ہوا۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 68)

مکہ معظّمہ سے وطن مراجعت

دیار حبیب کے فیوض برکات سے مالا مال ہو کر اور دوبار شرفِ حج حاصل کر کے آپ مکّہ معظّمہ سے جدّہ اور جدّہ سے بذریعہ جہاز بمبئی پہنچے بمبئی سے آپ ریل پر سوار ہو کر دہلی آئے جہاں سے آپ لاہور تشریف لائے۔ دور دراز ممالک ہند وعرب کے طویل اور تھکا دینے والے سفر اختیار کرنے اور طبّی اور دینی علوم کی تکمیل کے بعد آخر اپنے وطن بھیرہ تشریف لائے یہ وسط 1871ء کا ذکر ہے جب کہ آپ کی عمر مبارک تیس سال کے لگ بھگ ہو چکی تھی آپ نے بھیرہ آتے ہی قرآن وحدیث کے درس وتدریس کا سلسلہ جاری کر دیا۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 70)

بھوپال سے دعوت اور آپ کا سفر لاہور

منشی جمال الدین صاحب مدار المہام ریاست بھوپال کو ملنے آپ لاہور تشریف لائے حضرت خلیفہ نورالدین صاحب جمونی بھی آپ کے ساتھ تھے بھوپال جانے کا قصد تھا لیکن اس اثناء میں آپ کے بڑے بھائی مولوی سلطان احمد صاحب کا انتقال ہو گیا اس لئے آپ سفر ملتوی کر کے واپس بھیرہ تشریف لے آئے۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 81)

لارڈ ڈلٹن کے دربار دہلی میں شمولیت

یکم جنوری 1877ء کو وائسرائے ہند لارڈ ڈلٹن کا دربار دہلی میں ہوا اس میں آپ نے شرکت فرمائی۔ جس کی تفصیل آپ کی سوانح عمری میں موجود ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 81)

بھوپال میں دوسری بار ورود

منشی جمال الدین کے ہمراہ دہلی سے بھوپال تشریف لے گئے منشی صاحب نے کچھ ماہانہ اپنے پاس سے اور دو سو روپیہ ریاست سے مقرر کر دیا اور کہا کہ لوگوں سے بھی فیس لے سکتے ہیں غرض آپ کا کچھ مدّت تک بھوپال میں قیام رہا پھر آپ ریاست کی ملازمت چھوڑ کر واپس بھیرہ میں آ گئے۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 83)

سفر سکیسر ضلع شاہ پور

سکیسر ایک صحت افزا مقام ہے جو کہ بھیرہ سے تقریباً ساٹھ میل کے فاصلہ پر ہے۔

(حیات نور۔90)

ریاست جموّں و کشمیر میں ملازمت کی تحریک

بھیرہ جو آپ کے چلے جانے سے علمی لحاظ سے بے رونق سا ہو گیا تھا آپ کی تشریف آوری سے دوبارہ آباد ہو گیا اور عوام پھر سے آپ کے طبّی اور دینی کمالات سے فیضیاب ہونے لگے بھیرہ کے ایک ہندو لالہ متھر اداس صاحب جو آپ کے ہمسایہ تھے اور مہاراجہ کشمیر کے عہد میں پولیس افسر تھے آپ کے زیر علاج رہے اور شفا پائی جس کا دور دور شہرہ ہوا اسی اثنا میں وزیر اعظم کشمیر پنڈ دادنخاں سے گزرے اور انہیں بھی اس کامیابی کا علم ہوا واپس جا کر انہوں نے لالہ متھر اداس کے ماموں جوالہ سنگھ نے مہاراجہ صاحب سے آپ کے علم و فضل کا تذکرہ کیا یہ 1876ء کے قریب کا واقعہ ہے مہاراجہ صاحب نے لالہ متھر اداس ہی کو بھجوایا کہ مولوی صاحب کو جا کر بھیرہ سے لے آؤ۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 86)

ریاست جموں و کشمیر میں ملازمت کا آغاز

آپ حضرت مولوی نور الدین صاحب جمونی اور لالہ متھر اداس کے ہمراہ جموں پہنچے اور دو سو روپے ماہوار لے کر ملازم ہو گئے کچھ عرصہ کے بعد یہ تنخواہ چار سو اور پھر پانچ سو روپے تک کر دی گئی۔ ملازمت ریاست کے دوران مہاراجہ کی توقع کے مطابق ریاست کو بھاری فائدہ ہوا اور آپ کے قدم سے اس کی خوش نصیبی کے دن پلٹ آئے نجی طور پر بھی آپ نے مطب جاری رکھا جس سے عوام وخاص وسیع پیمانہ پر استفادہ کرتے تھے بے شمار لاعلاج مریض آپ کے ہاتھوں شفایاب ہوئے۔

1879ء کے قریب کشمیر میں سخت قحط پڑا اور اس کے بعد ہیضہ کی خطرناک وباء پھوٹ پڑی اور ہزاروں لوگ لقمہ اجل ہوئے آپ نے اس وباء میں مخلوق خدا کی خدمت میں دن رات ایک کر دیا جس سے آپ کو مہاراجہ صاحب نے نہایت قیمتی خلعت بطور انعام پیش کی۔ 1880-81ء میں راجہ پونچھ کو پیچش کے شدید مرض سے مخلصی ہوئی اور کوئی سال تک وہ آپ کو خطیر رقم بطور شکریہ بھجواتے رہے۔1886ء میں راجہ پونچھ کے بیٹے کو زلزلوں سے دماغی خلل ہو گیا جس کا آپ نے ایسا کامیاب علاج کیا کہ راجہ پونچھ نے ہزاروں روپے دیئے بلکہ مہاراجہ جموں و کشمیر نے آپ کو سال بھر کی تنخواہ کے علاوہ مزید انعام دیا۔ ملازمت کے دوران آپ کی سعی و جدوجہد صرف طبّی خدمات تک محدود نہیں تھیں بلکہ اس دور میں آپ نے تبلیغ و اشاعت اسلام کی وسیع سرگرمیاں جاری رکھیں۔ اور یہ زمانہ آپ کے لئے زبردست تبلیغی اور تربیتی اور علمی جہاد کا زمانہ تھا۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 86)

پہلا سفر قادیان

حضرت مولانا نور الدین صاحب بعض دوسرے بزرگوں کی بیعت میں شامل ہونے کے باوجود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پہلا اشتہار دیکھتے ہی پروانہ وار جموّں سے قادیان پہنچے اور فراست و بصیرت کی باطنی آنکھ سے جو صرف صدیقوں کا خاصہ ہے۔ خدا کے اس برگزیدہ کو پہچان لیا یہ مارچ 1885ء سے کچھ پہلے کا زمانہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ماموریت کے وقت سے یہی

دُعا میں مصروف تھے کہ الٰہی دین اسلام کی خدمت کے لئے مجھے مددگار اور انصار عطا فرما۔ آپ کی دعائیں اور التجائیں عرش تک پہنچیں۔ اور ربّ العزت نے کشمیر سے حضرت مولانا نورالدین جیسا عظیم الشان انسان بھیج دیا اور وہ خبر پوری ہوگئی کہ مہدی کے انصار کشمیر سے آئیں گے اس اعتبار سے حضرت مولوی صاحب کی آمد یقیناً ایک عظیم الشان نشان تھی اور آپ بلاشبہ آیت اللہ تھے۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 102)

دوسرا سفر قادیان

اس اوّلین ملاقات کے جلد بعد ہی آپ دوبارہ قادیان تشریف لائے اور حضرت صاحب سے عرض کیا کہ آپ کی راہ میں مجاہدہ کیا ہے؟ اس کے جواب میں حضور نے فرمایا کہ مجاہدہ یہی ہے کہ عیسائیوں کے مقابل پر ایک کتاب لکھیں چنانچہ آپ نے فصل الخطاب دو جلدوں میں تحریر فرمائی جو کہ 88-1887ء میں شائع ہوئی۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 104)

حضرت اقدسؑ بنفس نفیس جنوری 1888ء میں حضرت مولوی نور الدین صاحب کی عیادت کے لئے جموں تشریف لائے اور تین دن آپ کے پاس قیام فرمایا۔

سفر لدھیانہ اور بیعتِ اُولےٰ میں شرکت

حضرت مولوی صاحب حضور کے ارشاد کے تحت استخارہ کر کے لدھیانہ پہنچے جہاں 23 مارچ 1889ء کو بیعتِ اُولیٰ میں شامل ہو کر اوّل المبایعین ہونے کا شرف حاصل کیا حضرت مولانا نورالدین صاحب فرماتے ہیں کہ ”حضور نے جب میری بیعت لی تو میرا ہاتھ پہنچے سے پکڑا حالانکہ دوسروں کے ہاتھ اس طرح پکڑے جیسے مصافحہ کیا جاتا ہے پھر مجھ سے دیر تک بیعت لیتے رہے اور تمام شرائط بیعت پڑھوا کر اقرار لیا اس خصوصیت کا علم مجھے اس وقت نہیں ہوا مگر اب یہ بات کھل گئی۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 122)

سفر لاہور ولدھیانہ

حضرت مولوی صاحب کو مہاراجہ جموں کے ہمراہ لاہور تشریف لانا پڑی مہاراجہ ابھی لاہور میں مقیم تھے کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کے لئے لدھیانہ پہنچے اور 13 اپریل 1891ء کو لدھیانہ سے دوبارہ لاہور تشریف لائے جہاں آپ نے مولوی محمد حسین بٹالوی سے گفتگو کی اور دوبارہ لدھیانہ تشریف لے گئے جہاں 18 اپریل تک قیام فرمایا اور پھر اپنے اہل بیت کو لے کر 19 اپریل 1891ء کو لاہور اور لاہور سے جموں پہنچ گئے۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 126)

سفر قادیان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نومبر 1891ء میں سفر دہلی اور لدھیانہ و پٹیالہ سے واپس تشریف لائے تو حضور نے حضرت مولوی نورالدین صاحب اور دوسرے مخلصین جماعت کو قادیان بلوایا چنانچہ حضرت مولوی صاحب بھی اپنے آقا کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے جموں سے سیالکوٹ آئے رات کو ایک سرائے میں قیام کیا اور دوسرے دن قادیان کے لئے روانہ ہو گئے۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 128)

جماعت احمدیہ کے پہلے جلسہ سالانہ قادیان میں شمولیت

دسمبر 1891ء کو بعد نماز ظہر مسجد اقصیٰ قادیان میں سب سے پہلا سالانہ جلسہ منعقد ہوا جس میں 75 اصحاب احمد شامل ہوئے ان میں سب سے ممتاز حضرت مولوی نورالدین صاحب تھے اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں آنے والے ہر سالانہ جلسہ میں آپ اپنی امتیازی شان کے ساتھ موجود رہے۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 128)

سفر لاہور اور لیکچر

31 جنوری 1892ء کو جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اہل لاہور پر اتمام حجت

کے لئے لاہور میں تشریف فرما تھے حضرت مولوی صاحب بھی آپ کی خدمت میں حاضر تھے جہاں ایک عظیم الشان جلسہ بھی ہوا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تقریر کے بعد حضور کے ارشاد پر آپ نے بھی مختصر خطاب فرمایا۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ128)

ریاست جمّوں وکشمیر سے تعلقِ ملازمت کا خاتمہ اور بھیرہ واپسی

ریاست جموں وکشمیر سے جو تعلق ملازمت مہاراجہ رنبیر سنگھ کے ذریعہ 1876ء میں ہوا تھا وہ ستمبر 1892ء میں اس کے نالائق جانشین مہاراجہ پرتاب سنگھ کے ذریعہ ختم ہوا اور آپ بھیرہ واپس تشریف لائے۔ جہاں آپ کا ارادہ ہوا کہ بڑے وسیع پیمانہ پر ایک شفاخانہ ہو اور ایک عالی شان مکان تعمیر کیا جائے چنانچہ آپ نے مکان کی تعمیر زور وشور سے شروع کرادی۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ130)

انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسہ سالانہ 1893ء میں شرکت

آپ نے اوائل 1893ء میں انجمن حمایت اسلام کے جلسہ سالانہ میں شرکت فرمائی اور بصیرت افروز لیکچر بھی دیا۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ137)

قادیان کی طرف مستقل ہجرت

1893ء میں کسی ضرورت کے سبب لاہور تشریف لائے۔ لاہور آکر آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کا خیال آیا اور آپ قادیان تشریف لے گئے۔ اس ایمان افروز واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں" میں یہاں قادیان میں صرف ایک دن کے لئے آیا اور ایک بڑی عمارت بنتی چھوڑ آیا حضرت صاحب نے مجھ سے فرمایا اب تو آپ فارغ ہیں میں نے عرض کیا ہاں ارشاد فرمایا آپ رہیں میں سمجھا دو چار روز کے لئے فرماتے ہیں ایک ہفتہ خاموش رہا فرمایا آپ تنہا ہیں ایک بیوی منگوالیں تب میں سمجھا کہ زیادہ دنوں رہنا پڑے گا تعمیر کا کام بند کرادیا۔ چند روز بعد فرمایا کتابوں کا آپ کو شوق ہے یہیں منگوا لیجئے تعمیل کی گئی فرمایا اچھا دوسری بیوی بھی یہیں منگوالیں۔ پھر مولوی عبدالکریم صاحب سے ایک دن ذکر کیا کہ مجھے الہام ہوا ہے۔

لَاتَصْبُوَنَّ اِلَی الْوَطَنِ ۔ فِیْهِ تُهَانُ وَ تُمْتَحَنُ

(تذکرہ :652)

یہ الہام نور الدین کے متعلق معلوم ہوتا ہے مجھ سے فرمایا وطن کا خیال چھوڑ دو چنانچہ میں نے چھوڑ دیا اور کبھی خواب میں وطن نہیں دیکھا۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ138)

مباحثہ جنگ مقدس میں شرکت

22 مئی 1893ء سے 5 جون 1893ء تک امرتسر میں مشہور مباحثہ جنگ مقدس ہوا آپ بھی اس مباحثہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ بطور معاون شامل ہوئے۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ150)

سفر جنڈیالہ جون 1893ء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مباحثہ سے فارغ ہوکر مسلمان جنڈیالہ کی درخواست پر ایک دن کے لئے جنڈیالہ تشریف لے گئے۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب بھی ہمراہ تھے آپ مسجد میں آکر بیٹھ گئے اہل جنڈیالہ بڑے ذوق وشوق سے حضرت مولوی نور الدین صاحب سے مناظرہ کے حالات سنتے رہے۔

(تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 486)

سفر جمّوں

1895ء کے قریب حضرت مولوی نور الدین صاحب جموں کے بعض ارکان کی پرزور دعوت پر چند یوم کے لئے جموں تشریف لے گئے۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ152)

سفر ڈیرہ بابا نانک 30 رستمبر 1895ء

چولہ بابا نانک کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بچشم خود ملاحظہ فرمانے کا فیصلہ فرمایا چنانچہ 30 ستمبر 1895ء کو 10 احباب کے ساتھ آپ ڈیرہ بابا نانک روانہ ہوئے ان میں حضرت مولانا نور الدین صاحب بھی شامل تھے چولہ کو دیکھنے سے ثابت ہوگیا کہ تمام جگہ قرآن ہی قرآن لکھا ہوا تھا اور کچھ نہیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ خدا تعالیٰ نے اسلام کے لئے باوا صاحب کا ایسا سینہ کھول دیا تھا کہ وہ خدا تعالیٰ اور رسولؐ کے عاشق زار ہوگئے۔

(تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 532)

سفر بہاولپور وسندھ

1896ء کے نصف اوّل سے آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اجازت سے نواب صاحب بہاولپور کے علاج کے لئے بہاولپور تشریف لے گئے جہاں آپ کی ملاقات حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف سے بھی ہوئی۔ سفر سندھ کے بارہ میں تاحال علم نہیں ہوسکا کہ کس غرض کے لئے کیا تھا۔

(حیات نور صفحہ 199)

سفر مالیر کوٹلہ

حضرت نواب محمد علی صاحب رئیس مالیر کوٹلہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں حضرت مولوی نور الدین صاحب سے قرآن مجید پڑھنا چاہتا ہوں چنانچہ حضرت اقدس کے ارشاد پر حضرت مولوی صاحب مالیر کوٹلہ تشریف لے گئے اور غالباً اپریل سے اکتوبر 1896ء تک وہاں قیام فرمایا۔ آپ کے ہمراہ آپ کے اہل بیت بھی تھے۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 154)

جلسہ مذاہب عالم لاہور میں شرکت

دسمبر 1896ء کے آخر میں مذاہب عالم کا عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مضمون خدائی بشارتوں کے مطابق سب مضمونوں پر غالب رہا تھا حضرت مولوی نور الدین صاحب نے بھی اس میں شمولیت فرمائی تھی بلکہ حق یہ ہے کہ آپ جلسہ کے ماڈریٹر حضرات میں سے تھے۔

علاوہ ازیں 27 ستمبر 1896ء کا وہ یادگار اجلاس جس میں مولوی ثناء اللہ صاحب اور بعض دوسرے نمائندوں کی تقریروں کے علاوہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی زبان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مضمون سنایا گیا آپ ہی کی صدارت میں ہوا تھا۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ155)

انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ پر لیکچر

حسب معمول آپ نے 1897ء کے سالانہ جلسہ انجمن حمایتِ اسلام میں شمولیت فرمائی 30 جنوری 1897ء کو آپ کا لیکچر ہوا۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ156)

کیپٹن ڈگلس کی عدالت میں گواہی

حضرت مولوی صاحب گواہی کے لئے بلائے گئے چنانچہ آپ نے 13 راگست 1897ء کو بیان دیا۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ156)

سفر ملتان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی رفاقت میں آپ کو اکتوبر 1897ء میں سفر ملتان پیش آیا راستہ میں مختلف سٹیشنوں پر بہت سے لوگ حاضر ہوتے رہے۔ ملتان میں حضرت مولوی صاحب کے پاس آکر دوا پوچھنے والوں کا جمگھٹا سا لگا رہتا تھا۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 156)

سفر مالیر کوٹلہ نومبر 1898ء

حضرت نواب محمد علی خانصاحب کی دوسری شادی کے سلسلہ میں آپ مالیر کوٹلہ تشریف لے گئے اور خطبہ نکاح بھی آپ نے ارشاد فرمایا۔

(حیات نور صفحہ 238)

سفر گورداسپور

مولوی محمد حسین بٹالوی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر حفظ امن کا مقدمہ دائر کر رکھا تھا جس میں پہلی پیشی کے لئے حضور 4 جنوری 1899ء کو گورداسپور تشریف لے گئے حضرت مولوی نور الدین صاحب حسبِ دستور اس سفر میں بھی حضور کے ہم رکاب تھے۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 158)

سفر دھاریوال 25 جنوری 1899ء

مقدمہ کی پیشی کے لئے سفر اختیار فرمایا جہاں آپ نے 27 جنوری 1899ء کو خطبہ جمعہ بھی ارشاد فرمایا۔

(الحکم 31 جنوری 1899ء)

سفر گورداسپور 15 جولائی 1901ء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہمراہ مقدمہ دیوار کے سلسلہ میں گواہی کے لئے سفر اختیار فرمایا۔

(الحکم 17 جولائی 1901ء)

سفر سیالکوٹ

جنوری 1902ء انوار السلام سیالکوٹ کے مقدمہ میں بغرض شہادت سیالکوٹ کا سفر اختیار فرمایا۔

(الحکم 14 فروری 1902، صفحہ 1)

سفر کپورتھلہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک مخلص فدائی خانصاحب محمد خان صاحب بیمار تھے جن کے علاج کے لئے حضرت مولوی نور الدین صاحب حضور کے ارشاد پر 4/اکتوبر 1903ء کی صبح کو قادیان سے کپورتھلہ کے لئے روانہ ہوئے اور 7/اکتوبر 1903ء کو واپس تشریف لائے۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 163)

سفر لاہور

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام 20/اگست 1904ء کو گورداسپور سے لاہور تشریف لے گئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولوی نور الدین صاحب کو بھی آنے کا ارشاد فرمایا چنانچہ آپ اس فرمان پر قادیان سے مع اہل بیت لاہور حاضر ہو گئے۔ حضرت مولوی صاحب کو دیکھ کر غیر از جماعت لوگوں کی زبان پر یہ کلمات جاری ہوئے ''لو صاحب مرزے کا خلیفہ آ گیا'' آپ کی تشریف آوری سے قبل لوگ حضورؑ کی زیارت کے لئے آتے تو تھے مگر اکثر اِدھر اُدھر گھومتے رہتے تھے مگر اب وہ دل جمعی سے حضور کے گرد حلقے باندھ کر بیٹھنے لگے۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 165)

گورداسپور میں قیام

آخر اگست 1904ء سے شروع اکتوبر 1904ء تک آپ مقدمات کرم دین کے سلسلہ میں گورداسپور میں مقیم رہے ہفتہ بعد آپ کا چھوٹا صاحبزادہ عبد القیوم سخت بیمار ہو گیا۔ اس وجہ سے آپ نے اہل و عیال کو بھی بلوالیا گورداسپور میں آپ کی مجلس علم عرفان بھی جاری رہی۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 165)

سفر سیالکوٹ

27 اکتوبر 1904ء میں آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی معیّت میں سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ اور احباب کو اپنے وعظ سے نوازا۔ 2 نومبر کو حضورؑ کا مشہور لیکچر حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ نے پڑھ کر سنایا۔ جلسہ گاہ میں شامیانوں کے نیچے لکڑی کا ایک سٹیج تھا جس میں حضور کے ساتھ ہی ایک کرسی پر آپ بیٹھے تھے اور آپ کی صدارت میں جلسہ کی کارروائی کا آغاز ہوا اور آپ نے صدارتی خطاب بھی فرمایا تھا۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 166)

سفر دہلی اکتوبر 1905ء

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام 22/اکتوبر کو دہلی کے لئے روانہ ہوئے اور دوسرے روز 23/اکتوبر دوپہر کو دہلی پہنچے۔ دہلی قیام کے دوران حضرت اقدس کو نقرس کی تکلیف ہوئی اس لئے حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب کو تار دیا گیا کہ فوراً دہلی پہنچ جائیں۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ کو جب یہ تار پہنچی تو اس وقت آپ اپنے مطب میں تشریف رکھتے تھے تار ملتے ہی یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ حضرت صاحب نے بلایا تو قف بلایا ہے میں جاتا ہوں اور گھر میں قدم رکھے بغیر سیدھے اڈہ خانہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ کیفیت یہ تھی کہ اس وقت نہ جیب میں خرچ تھا اور نہ ساتھ کوئی بستر وغیرہ۔ گھر والوں کو اطلاع ملی تو پیچھے سے ایک کمبل تو کسی شخص کے ہاتھ بھجوایا مگر خرچ کا انہیں بھی خیال نہ آیا اور شاید گھر میں اس وقت کوئی رقم ہوگی بھی نہیں۔ اڈہ خانہ پہنچ کر حضرت خلیفہ اوّل نے یکہ لیا۔ بٹالہ پہنچ گئے مگر ٹکٹ خریدنے کا کوئی سامان نہیں تھا چونکہ گاڑی میں کچھ وقت تھا آپ خدا پر توکل کر کے اسٹیشن پر ٹہلنے لگے، اتنے میں غالباً ایک ہندو رئیس آیا اور حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب کو دیکھ کر عرض کیا کہ میری بیوی بہت بیمار ہے آپ تکلیف فرما کر میرے ساتھ تشریف لے چلیں اور اسے میرے گھر پر دیکھ آئیں حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب نے فرمایا میں تو امام کے حکم پر دہلی جارہا ہوں گاڑی کا وقت ہونے والا ہے میں اس وقت نہیں جا سکتا اس نے منت کی اور کہا کہ میں اپنی بیوی کو اسٹیشن پر ہی لے آتا ہوں آپ اسے دیکھ لیں چنانچہ وہ اپنی بیوی کو اسٹیشن پر لے آیا آپ نے اسے دیکھ کر نسخہ لکھ دیا یہ ہندو رئیس چپکے سے گیا اور دہلی کا ٹکٹ حضور کے حوالہ کیا اور ساتھ ہی معقول رقم بھی پیش کی۔

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ:425)

سفر لدھیانہ 4 نومبر 1905ء

سفر دہلی سے واپسی کے راستہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ قیام فرمایا اور حضور کے ارشاد پر جلسہ میں وعظ بھی فرمایا۔

(حیات نور صفحہ 286)

4 جولائی 1907ء سفر لاہور

حضرت امّاں جان بمعہ صاحبزادگان و دیگر اقارب و خدام اور حضرت نور الدین صاحب تقریباً اٹھارہ کس ہمراہی حضرت میر ناصر نواب صاحب پانچ چھ روز کے لئے بغرض تبدیل ہوا لاہور کی طرف روانہ ہوئے تھے۔

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ495)

جلسہ آریہ سماج لاہور میں شرکت

آریہ سماج لاہور نے دسمبر 1907ء کے پہلے ہفتہ میں مذاہب کانفرس کے نام سے ایک جلسہ کیا جس میں حضور علیہ السلام بھی مدعو تھے۔ حضور نے ایک مضمون لکھ کر حضرت مولوی صاحب کے سپرد فرمایا کے وہ جلسہ میں سنادیں نیز فرمایا کہ ''اس وقت اگر مولوی عبد الکریم صاحب بھی زندہ ہوتے تو بھی میں مولوی صاحب ہی کو ترجیح دیتا'' اور یہ بھی فرمایا کہ مولوی عبدالکریم صاحب بھی آپ ہی کے شاگرد اور خوشہ چین تھے۔ چنانچہ آپ نے پوری بلند آواز سے یہ لیکچر پڑھا۔ لیکچر کا ایک ایک لفظ دلوں پر اثر کرتا تھا اور جب آپ قرآن شریف کی کوئی آیت پڑھتے تو مجلس میں وجد کی سے کیفیت طاری ہو جاتی۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ173)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آخری سفر لاہور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری سفر لاہور میں بھی آپ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ تھے حضرت مولوی صاحب کے لئے بھی یہ دن بڑی مصروفیت کے دن تھے آپ حضور کی مجلس سے فیضاب ہوتے اور آنے والے احباب کو بھی شرف ملاقات بخشتے آپ کا کھلا دربار جس میں علم الابدان اور علم الادیان کے موتی بکھیرتے تھے ہر وقت کھلا رہتا۔ احمدیہ بلڈنگس کے میدان میں آپ نے سورۃ فاتحہ سے درس قرآن شریف شروع کیا تھا جس میں بہت رونق ہوا کرتی تھی پنج وقتہ نمازوں میں جو عزیز منزل میں ہوا کرتی تھی آپ ہی پیش امام ہوا کرتے تھے آپ نے طلباء دینیات کو بھی لاہور بلا کر باقاعدہ تعلیم جاری رکھی۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ176)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری لمحات میں آپ کا صبر و استقلال:۔
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مرض الموت کے آغاز میں حضور نے آپ کو بلوانے کا ارشاد فرمایا چنانچہ آپ حاضر ہو گئے حضور نے فرمایا '' مجھے سخت دورہ اسہال کا ہو گیا ہے آپ کوئی تجویز کریں پھر ساتھ ہی فرمایا کہ حقیقت میں تو دوا آسمان پر ہے۔ آپ دعا بھی کریں اور دوا بھی۔'' چنانچہ آپ نے بعض دوسرے احمدی ڈاکٹروں سے مشورہ کر کے علاج شروع کیا۔ مگر خدائی تقدیر میں اب اسلام کے اس فتح نصیب جرنیل کی واپسی کا وقت آن پہنچا تھا۔ کوئی دوا کارگر نہ ہوتی اور چودھویں صدی کا یہ روحانی چاند اس دُنیا سے غروب ہو کر اگلے جہاں میں طلوع ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ177)

نعش مبارک کے ساتھ لاہور سے قادیان کا سفر

تقریباً چھ بجے شام گاڑی لاہور سے بٹالہ کے لئے روانہ ہوئی۔ گاڑی میں جنازہ کے ساتھ اہل حضرت اقدس۔ حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب حضرت میر ناصر نواب صاحب اور حضرت نواب محمد علی خانصاحب کے علاوہ حضرت اقدس کے بیت سے خدام بھی شامل تھے گاڑی 10 بجے کے قریب بٹالہ پہنچی احباب جنازہ کو شانہ بشانہ اُٹھا کر قادیان کی طرف روانہ ہوئے نہر کے پل کے قریب جماعت قادیان کے دوست بھی آ شامل ہوئے۔ آٹھ بجے صبح جنازہ قادیان پہنچا۔ حضور کی نعش مبارک بہشتی مقبرہ سے ملحق باغ میں رکھ دی گئی۔ اور سب لوگ ارد گرد جمع تھے جہاں اتفاق رائے سے حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب کو خلیفۃ المسیح الاوّل منتخب کیا اور حضرت مولانا نور الدین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں تدفین عمل میں آئی۔

بطور خلیفۃ المسیح الاوّل سفر

حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل نے اپنے چھ سالہ دور خلافت میں صرف دو سفر اختیار فرمائے ایک سفر ملتان اور دوسرا سفر لاہور جن کا کسی قدر اختصار کے ساتھ ذکر درج ذیل ہے۔

سفر ملتان

جولائی 1910ء کے آخری ہفتہ میں حضرت خلیفہ اوّلؓ نے سفر ملتان اختیار فرمایا جو خلیفہ بننے کے بعد آپ کا پہلا سفر تھا اس سفر کی وجہ یہ ہوئی کہ ملتان کا ایک سپاہی محمد تراب خان نامی جس کے دماغ میں خلل تھا۔ چھ ماہ قبل قادیان آیا اور آپ کے زیر علاج رہا یہ شخص قادیان سے ملتان گیا اور اقدم قتل کے الزام میں گرفتار ہو گیا جس پر آپ کو ملتان شہادت کے لئے طلب کیا گیا۔
حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ 24 جولائی 1910ء کو شام 4 بجے بذریعہ تانگہ قادیان سے بٹالہ کے لئے روانہ ہوئے آپ کے ہمراہ بعض دوسرے خدام بھی تھے بٹالہ سے بذریعہ ریل لاہور کے لئے روانہ ہوئے اور شام کے وقت لاہور پہنچے۔

25 جولائی کو آپ شیخ رحمت اللہ صاحب کی درخواست پر آپ کی دوکان واقع انارکلی تشریف لے گئے اور سب کمروں میں اپنے قدم مبارک سے برکت بخشی اسی روز 25 جولائی کو آپ لاہور سے بذریعہ ریل ملتان روانہ ہوئے لاہور کی جماعت کے بہت سے دوست مشایعت کے واسطے اسٹیشن پر حاضر ہوئے۔ 26 جولائی 5 بجے صبح کے قریب گاڑی ملتان اسٹیشن پر پہنچی۔ اسٹیشن پر آپ کا پُر تپاک استقبال کیا گیا اور آپ کے رفقاء محلّہ شاہ یوسف گردیزی میں سید محمد شاہ صاحب گردیزی کے ایک مکان پر فروکش ہوئے۔

کچھ وقت کے بعد آپ رائے کیشو داس صاحب مجسٹریٹ کی عدالت میں بیان کے لئے تشریف لے گئے۔ رائے صاحب نہایت درجہ اخلاق سے پیش آئے آپ کو کرسی پیش کی اور معذرت کی کہ آپ کو ملتان آنا پڑا اور قانونی مجبوری سے اپنی بے بسی کا اظہار کیا شہادت کے بعد آپ مکان پر واپس تشریف لائے آپ کا ارادہ تو اسی روز واپسی کا تھا مگر بعض معززین ملتان کے اصرار پر ایک روز اور ٹھہرنا منظور فرما لیا۔ 27 جولائی کو آپ نے عمائدین ملتان کی درخواست پر ڈیڑھ گھنٹہ کے قریب ایک نہایت درجہ اثر انگیز خطاب فرمایا۔ تقریر کے بعد

آپ اسٹیشن پرتشریف لے گئے آپ بذریعہ ریل 28 جولائی صبح چھ بجے لاہور وارد ہوئے۔

قیام لاہور کے دوران آپ نے جمعہ بھی پڑھایا اور 31 جولائی کی صبح کو احمدیہ بلڈنگس کے میدان میں ایک پبلک تقریر فرمائی بعدازاں آپ بمعہ خدام لاہور سے بذریعہ ریل بٹالہ روانہ ہوئے اور اسی دن 31 جولائی 1910ء کی شام کو بخیریت قادیان پہنچ گئے۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ321)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا سفر لاہور

حضرت خلیفہ اوّلؓ نے وسط جون 1912ء میں سفر لاہور اختیار فرمایا جو کہ آپ کے دور خلافت کا آخری سفر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شیخ رحمت اللہ صاحب مالک انگلش وئیر ہاؤس سے وعدہ فرمایا تھا کہ ان کے مکان کا سنگِ بنیاد حضورؑ رکھیں گے چنانچہ جب شیخ رحمت اللہ صاحب بنیاد رکھنے کی درخواست لے کر حاضر ہوئے تو آپ نے فوراً منظور فرمالیا کیونکہ آپ کے نزدیک اپنے پیارے آقا کے مُنہ سے نکلی ہوئی بات ضرور پوری کرنی چاہیئے تھی۔

حضرت خلیفہ اوّل 15 جون کو قادیان سے لاہور تشریف لائے آپ کے ہمراہ آپ کے اہل بیت کے علاوہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ، حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت مرزا شریف احمد صاحب حضرت نواب محمد علی خان صاحب اور دیگر بزرگ اصحاب بھی تھے لاہور اسٹیشن پر احباب جماعت نے پر جوش استقبال کیا۔ اسی دن شام کو شیخ رحمت اللہ صاحب کے مکان کا سنگِ بنیاد رکھنے کی تقریب عمل میں آئی سب سے پہلے حضرت خلیفہ اوّلؓ نے ایک پُر معارف تقریر فرمائی اور بالآخر فرمایا ہم اس وقت حضرت صاحب کے خاندان کے پانچ آدمی موجود ہیں (اپنے آپ کو بھی ان میں شامل فرمایا) آپ نے چار کرسیاں لانے کا حکم دیا اور ان چاروں خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد کو اپنے سامنے بیٹھنے کا ارشاد فرمایا ان کو بیٹھنے کا تردّد تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح کھڑے ہیں مگر آپ نے فرمایا

''میں تو تمہاری خدمت کرتا ہوں اور تمہارا ہی کام کر رہا ہوں تمہارے باپ کی جو میرا محسن اور آقا ہے میرے دل میں بڑی عظمت ہے آپ بیٹھ جائیں۔''

چنانچہ یہ بزرگ بیٹھ گئے اس کے بعد آپ نے تقریر کر کے اپنے دست مبارک سے بنیادی اینٹ رکھی اس کے بعد آپ کے خصوصی حکم سے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب، حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت مرزا شریف احمد صاحب اور حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے بھی ایک ایک اینٹ اپنے دست مبارک سے دعا کر کے رکھی۔ دوسرے دن 16 جون کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے حکم سے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے تقریر کی آپ کے بعد حضرت خلیفہ المسیح الاوّل رونق افروز ہوئے اور انہی آیات پر روشنی ڈالی جن آیات پر حضرت صاحبزادہ صاحب نے بھی روشنی ڈالی تھی گو رنگ بالکل نرالا اور جدا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے مستقبل کے منکرینِ خلافت کے مرکز میں جا کر مسئلہ خلافت اور دوسرے اہم اختلافی امور کے بارہ میں کھول کھول کر حق وصداقت کی تبلیغ کی اور ان پر اتمام حجت کر دی چنانچہ آپ نے مسئلہ خلافت پر روشنی ڈالتے ہوئے پوری شان وتمکنت کے ساتھ اعلان فرمایا۔

میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے بھی خدا تعالیٰ نے خلیفہ بنایا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ انجمن نے خلیفہ بنایا ہے تو وہ جھوٹا ہے اس قسم کے خیالات ہلاکت کی حد تک پہنچاتے ہیں۔ تم ان سے بچو۔ پھر سُن لو مجھے نہ کسی انسان نے نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا ہے اور نہ کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے پس مجھ کو نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا ہے اور نہ اس کے بنانے کی قدر کرتا ہوں اور اس کے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی ردا کو مجھ سے چھین لے دیکھو میری دعائیں عرش پر بھی سنی جاتی ہیں۔ میرا مولا میرے کام میری دعا سے بھی پہلے کر دیتا ہے میرے ساتھ لڑائی کرنا خدا سے لڑائی کرنا ہے تم ایسی باتوں کو چھوڑ دو اور توبہ کر لو۔ تھوڑے دن صبر کر لو پھر جو پیچھے آئے گا اللہ تعالیٰ جیسا چاہے گا وہ تم سے معاملہ کرے گا۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ397)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی مشابہت

لطف الرحمن محمود

حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب کو عہد حاضر کی اُن مذہبی اور روحانی شخصیات کی صفِ اوّل میں شُمار کیا جاتا ہے' جنہیں اللہ تعالیٰ نے مہدئ آخر الزماں کی تائید ونصرت کے لئے تیار کیا اور اس سعادتِ عظمیٰ سے بہرہ ور ہونے کے لئے خاص استعدادوں اور صلاحیتوں سے متصّف فرمایا۔ مذہب اور الٰہیات کی تاریخ میں ہمیں بعض ہستیوں کے درمیان غیر معمولی مناسبت اور مشابہت کی حیران کُن مثالیں ملتی ہیں۔ توارد وتطابق کے ان پہلوؤں کا موازنہ وتجزیہ نہ صرف یہ کہ روحانی ذوق کو سامانِ تسکین فراہم کرتا ہے بلکہ اہلِ ایمان کے لئے ازدیادِ یقین و معرفت کا بھی باعث بنتا ہے۔ ہمیں ایسی ہی مشابہت خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلیفہء اوّل کے وجود میں نظر آتی ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں ایسی مشابہتوں کو یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اُمید ہے کہ مطالعہ اور تحقیق کا ذوق رکھنے والے احباب اس مضمون کو آگے بڑھانے کے لئے اس میں نئے نکات کا اضافہ کرنے کی کوشش فرمائیں گے۔

1۔ نسلی اور خاندانی مشابہت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت مولانا نورالدین صاحب' دونوں حضرات کا تعلق نسلاً مکہ معظمہ کے مشہور خاندانِ قریش سے ہے۔ حضرت مولانا نورالدین' حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کی نسل سے ہیں۔ آپ کے چونتیسویں جدّ امجد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ خود بھی حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرب صحابی اور عاشق صادق تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مختلف اوقات میں چھ نکاح کئے جن سے اولاد ہوئی۔ حضرت عبداللہ اور ان کی ہمشیرہ اُم المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زوجہء اوّل زینب بنتِ مظعون کے بطن سے تھے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حالتِ اسلام میں انتقال فرمایا۔ حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ رائے درج ہے:

اِنَّ عَبْدَ اللّٰہِ رَجُلٌ صَالِحٌ

(صحیح بخاری مترجم' حدیث نمبر935 باب المناقب' صفحہ 458 ناشر جہانگیر بُک ڈپو' لاہور)

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شجرہ ہائے نسب' ایک عظیم قریشی سردار' کعب بن لوئی پر جا کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرۂ نسب سے مل جاتے ہیں۔ حضرت مولانا نورالدین صاحب کی شخصیت بھی اسی شمعِ حرم کی ایک حسین کرن ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی عربی تصنیف ''حمامۃ البشریٰ'' میں مولانا حکیم نورالدین صاحب کا تعارف کراتے ہوئے تحریر فرمایا:

''القرشی قوماً والفاروقی نسباً ''

(روحانی خزائن جلد7 صفحہ180)

ضمناً عرض ہے کہ کعب بن لُوئی' مشہور حکمران کنسٹنٹائن (Constantine, The Great) کے ہمعصر تھے۔ کنسٹنٹائن نے مشرقی اور مغربی رومی سلطنت کو متحد کر کے قسطنطنیہ کو اپنا دارالحکومت بنایا تھا۔ یہی شہنشاہ ہے جس نے 313ء میں عیسائیت کو اپنی مملکت کا سرکاری مذہب قرار دیا تھا۔ اس واقعہ کے تقریباً 300 سال بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیشگوئی میں قسطنطنیہ کو فتح کرنے والے اسلامی لشکر کو جنت کی بشارت دی! صحابہ کرام اور بعد میں آنے والوں نے کوششیں کیں مگر یہ سعادت 1453ء میں سلطان محمد فاتح کے لشکر کو حاصل ہوئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب تک کا شجرہ نسب 28 مارچ 1912 کے اخبار بدرؔ قادیان میں شائع ہوا۔ وہاں سے یہ

شجرہ‘ حضورؓ کے حالاتِ زندگی پر مشتمل دونوں کتابوں ’’مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین‘‘ اور ’حیاتِ نُور‘‘ میں نقل کیا گیا ہے۔

2۔ قبول حق میں سبقت

ارباب سیر نے لکھا ہے کہ خواتین میں ام المومنین حضرت خدیجہؓ، بچوں میں حضرت علیؓ بن ابی طالب، اور آزاد مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابو بکرصدیق ؓ کو قبولِ اسلام کی توفیق ملی۔ اُس معاشرے میں دنیا کے دوسرے خِطّوں کی طرح، غلامی کا رواج بھی تھا۔ اس طبقہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہؓ (جنھوں نے حضورؐ کو چھوڑ کر اپنے بزرگانِ خاندان اور اعزّ ہ کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تھا) کو یہ سعادت ملی۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس حوالے سے اصحابِ سیر اور ثقہ مؤرخین کی تحقیق کا نچوڑ ان الفاظ میں پیش فرمایا ہے

’’حضرت ابوبکرؓ مُسلّمہ طور پر مُقدّم اور سابق بالایمان تھے‘‘

(سیرت خاتم النبیین صفحہ 121 ایڈیشن 2004)

حضرت ابوبکرؓ کے قبول اسلام کا یہ پہلو بھی قابلِ ذکر ہے کہ آپ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعویٔ نبوت کی کوئی دلیل طلب نہیں کی۔ شام کے سفر سے واپسی پر حضورؐ کے دعویٰ کی خبر سن کر جب حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تائیدی دلائل دینے کیلئے تمہید باندھی لیکن حضرت ابوبکرؓ یہ جان کر کہ دعویٔ رسالت کیا گیا ہے، فوراً صدقِ دل سے ایمان لے آئے۔ یہی کیفیت ہمیں حضرت مولانا نورالدینؓ کے احوال میں نظر آتی ہے۔ حضرت مولانا خُدا دادرُوحانی بصیرت سے جان گئے تھے کہ حضرت مرزا صاحب ہی موعودِ منتظر اُور امام الزمان ہیں۔ چنانچہ عندالملاقات حضورؓ سے بیعت قبول کرنے کی درخواست کی مگر حضورؓ نے فرمایا کہ ابھی بیعت کا اذن نہیں۔ حضرت مولانا نے عرض کیا کہ جب بھی بیعت قبول کرنے کا اذن ہو تو سب سے پہلے اُن کی بیعت قبول کی جائے۔ کئی سعادت مندوں کے دلوں سے یہی آواز اُٹھ رہی تھی

ہم مریضوں کی ہے تُم ہی پہ نظر
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

جب باذنِ الٰہی حضورؑ نے 23مارچ1889 کو لدھیانہ میں پہلی بیعت کا اہتمام فرمایا تو سب سے پہلے حضرت مولانا نورالدین صاحب نے بیعت کی۔ اُس دن 40 سابقون الاوّلون نے بیعت کی۔ حضورؑ نے ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ بیعت لی۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اوّل المبائعین ہونے کا شرف حضرت مولانا نورالدین صاحب کو حاصل ہوا۔

ایک اور مماثلت ملاحظہ فرمایئے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت ابوبکرصدیق ؓ کی اس فضیلت کا ذکر فرمایا ہے۔

’’ اِنِّیْ قُلْتُ یٰٓاَ یُّھَاالنَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا۔ فَقُلْتُمْ کَذَبْتَ وَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ صَدَقْتَ‘‘

(صحیح بخاری مترجم، جلد دوم باب التفسیر حدیث نمبر1748صفحہ855)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی حضرت مولانا نورالدین صاحب کے حق میں اسی قسم کے خیالات کا اظہار فرمایا۔ اپنی تصنیف ازالہ اوہام میں فرمایا:

’’اُنہوں نے ایسے وقت میں بلا تردّد مجھے قبول کیا کہ جب ہر طرف تکفیر کی صدائیں بلند ہونے کو تھیں ۔۔۔ تب سب سے پہلے مولوی صاحب ممدوح کا ہی خط اس عاجز کے دعویٰ کی تصدیق میں کہ میں مسیح موعود ہوں قادیان میں میرے پاس پہنچا جس میں یہ فقرات درج تھے۔ اٰمَنَّا و صدقنا فاکتبنامَعَ الشّٰھدین‘‘

(روحانی خزائن جلد3صفحہ521)

حضرت ابوبکرصدیق ؓ کی طرح آپؓ کی رُوحانیت بھی دلائل و براہین کی محتاج نہ ہوئی۔ حضورؑ فرماتے ہیں:

’’مولوی نورالدین صاحب کسی نشان کے طالب نہ ہوئے۔ انہوں نے سنتے ہی اٰمَنَّا کہہ دیا اور فاروقی ہوکر صدیقی عمل کرلیا۔‘‘

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 77)

حضرت ابوبکرصدیق ؓ کا وجود تبلیغ اسلام کے مثمر نتائج کے لحاظ سے بے حد مبارک اور نافع ثابت ہوا۔ آپؓ کی تبلیغ کے نتیجے میں متعدد اہم شخصیات کو قبولِ حق کی توفیق ملی۔ محمد حسین ہیکل نے خاص طور پر اُن پانچ اصحاب کا ذکر کیا ہے جنہیں بعد میں خود عظیم الشان خدمات سرانجام دینے کے مواقع ملے۔ یہ

پانچوں حضرات عشرہ مبشرہ میں بھی شامل ہیں۔ یعنی حضرت عثمانؓ بن عفّان، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ، حضرت سعد بن وقاصؓ، اور حضرت زبیر بن العوامؓ۔

(حیاتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ 160)

اسی طرح حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کی تبلیغ و تلقین سے بہت سی سعید رُوحوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دامن سے وابستہ ہونے کی توفیق ملی۔ یہ فہرست بہت طویل ہے۔ جس سے حضرت مولوی فضل الدین صاحب بھیروی ؓ، حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ، حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ، حضرت قاضی سید امیر حسین صاحبؓ، میاں نجم الدین صاحبؓ اور مفتی فضل الرحمٰن صاحبؓ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

3۔ راہِ حق میں عظیم الشان مالی خدمات

حضرت ابوبکرؓ مکہ معظّمہ کے ایک خوش حال اور متموّل تاجر تھے۔ قبول اسلام کے بعد آپ نے اپنے وسائل کو اسلام کی ترقی و استحکام کے لئے وقف کر دیا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنا مال بے دریغ خرچ کیا۔ ابتدائی دَور میں اسلام قبول کرنے والے غلاموں اور کنیزوں کو متکبر اور ظالم سردارانِ مکہ نے مظالم کا تختۂ مشق بنایا۔ بلالؓ، عامر بن فہیرہ، نذیرہ، نہدیہ، جاریہ بنی مومل وغیرہ کئی ناموں کا ذکر ملتا ہے جنہیں حضرت ابوبکرؓ نے آزاد کروایا۔ حضرت ابوبکرؓ کو مکّی اور مدنی دونوں اَدوار میں گرانقدر مالی خدمات کے مواقع ملے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت مدینہ کے انتظامات، مسجد نبوی کے لئے قطعہ زمین کی خریداری، مختلف غزوات کی تیاری اور دیگر تحریکوں میں بھر پور حصہ لیا۔ حتّٰی کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَمَا نَفَعَنِی مَالُ اَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِی مَالُ اَبِی بَکْرٍ

(جامع الترمذی مترجم، جلددوم، باب مناقب ابو بکر صدیقؓ، صفحہ 742 پبلشر اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دھلی، ایڈیشن 1983)

یعنی مجھے کسی شخص کے مال سے ایسا فائدہ نہیں پہنچا جیسا کہ ابوبکرؓ کے مال سے۔

حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ نے سیرتِ صدیقی کے اس روشن پہلو سے بھی حصہ لیا۔ بیعت کے وقت آپ مہاراجہ کشمیر کے شاہی طبیب تھے اور اس لحاظ سے آپ کی مالی حیثیت کافی مستحکم تھی۔ اگر چہ اُس عہد میں یہاں غلاموں اور کنیزوں کی خرید وفروخت کا وہ رواج نہ تھا جو بعثت نبوی کے وقت عرب و عجم اور یونان و روما میں مُروّج تھا۔ ہاں ایک اور صورت تھی۔ نومسلم طالب علموں کا طبقہ ناگفتہ بہہ حالت میں تھا۔ حضرت مولانا نورالدین صاحب ایسے طالب علموں کی دیکھ بھال اور ان کے تعلیمی اخراجات پر فراخ دلی سے رقم خرچ کرتے۔ یہ اس لحاظ سے ایک مظلوم، بے کس اور مقہور طبقے کی دادرسی تھی۔ عبدالرحمٰن مہر سنگھ ایک ایسے ہی خوش قسمت نومسلم تھے جنہیں بعد میں گرانقدر خدمات کی توفیق ملی۔ بلکہ اُن کی اولاد کو بھی دیارِ غیر میں جماعت احمدیہ کے طبّی اور تعلیمی اداروں میں خلقِ خُدا کی خدمت کا موقعہ ملا۔ سلسلہ احمدیہ کی ضروریات کے لئے حضرت مولاناؓ نے عملاً اپنا سب کچھ وقف کر دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیف ''فتح اسلام'' میں اُن کا ایک خط دَرج فرمایا ہے۔ اس عریضۂ عقیدت کے مندرجات صدیقی فدائیت کی خوشبو سے مہک رہے ہیں۔

''میرا جو کچھ ہے میرا نہیں آپ کا ہے۔ حضرت پیر و مرشد۔ میں کمال راستی سے عرض کرتا ہوں کہ میرا سارا مال و دولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہو جائے تو میں مراد کو پہنچ گیا۔''

اس خط کے آخر میں عرض کرتے ہیں:

''مجھے آپ سے نسبتِ فاروقی ہے اور سب کچھ اس راہ میں فدا کرنے کے لئے طیّار ہوں۔ دعا فرماویں کہ میری موت صدیقوں کی موت ہو''

''فتح اسلام'' میں یہ خط جلی حروف میں درج کرنے کے بعد حضورؑ فرماتے ہیں:

''مولوی صاحب ممدوح کا صدق اور ہمت اور ان کی غمخواری اور جانثاری جیسے اُن کے قال سے ظاہر ہے اس سے بڑھ کر اُن کے حال سے اُن کی مخلصانہ خدمتوں سے ظاہر ہو رہا ہے اور وہ محبت اور اخلاص کے جذبہ کاملہ سے چاہتے ہیں کہ سب کچھ یہاں تک کہ اپنے عیال کی زندگی بسر کرنے کی ضروری چیزیں بھی اس راہ میں فدا کر دیں''

آئینہ کمالاتِ اسلام کی درج ذیل عبارت حضرت ابوبکرؓ کے حق میں ترمذی کی حدیث سے ہم آہنگ ہے:

"وَمَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَحَدٍ کَمَا لَهُ الَّذِیْ آتَاهُ لِوَجْهِ اللّٰهِ وَیُؤْتِیْ مِنْ سِنِیْنَ۔"

(روحانی خزائن جلد 5صفحہ582)

مندرجہ بالا سطر ایک طویل اقتباس کا حصہ ہے جس کا مطلب ہے کہ مجھے کسی شخص کے مال نے اس قدر نفع نہیں پہنچایا جس قدر کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے دیا اور کئی سال سے دے رہا ہے۔

4۔ جہاد میں مخلصانہ شرکت

حضرت نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے دو مختلف ادوار پر مشتمل مکّی اور مدنی زندگی، مسلسل جہاد کی کہانی سموئے ہوئے ہے۔ 13 سالہ مکّی عہد، مخالفت اور ظلم و استبداد کے مقابلے پر صبر اور استقامت کا دور تھا اور ابلاغِ حق کے ساتھ ساتھ تعلیم و تربیت کا جہاد بھی، پہلو بہ پہلو چل رہا تھا۔ اس میں ہجرت حبشہ کی شکل میں وطن اور اعزہ و اقارب کی محبت قربان کرنے کا مرحلہ بھی آیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے بھی عزم سفر کیا مگر ایک غیر مسلم مدّاح واپس لے آیا۔ مکّی دور میں حضرت ابو بکرؓ کو لسانی اور مالی جہاد میں بھر پور شرکت کے علاوہ حضورؐ کی خدمت، نصرت اور حفاظت کے حوالے سے گرانقدر خدمات کی توفیق ملی اور بعض انتہائی خطرناک حالات میں دفاع اور مداخلت کا شرف بھی حاصل ہوا۔

مدنی دَور میں کفّارِ مکّہ نے حسد میں جل بھن کر مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس تناظر میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو شمشیر بکف ہو کر مدافعت کی اجازت دی (سورہ الحج آیات 41,40)۔

صحابہ کرامؓ نے اپنے آقاؐ کے دوش بدوش دادِ شجاعت دی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو حضورؐ کے ہمراہ تمام معرکوں بدر، اُحد، احزاب، بنی مصطلق، خیبر، فتح مکہ، حُنین اور تبوک وغیرہ میں شمولیت کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور حضور اقدسؐ کے قریب تر رہے جن کی ذات ہی دشمن کے حملوں کا اصل ہدف ہوتی۔

حضرت مسیح موعودؑ کے دَور میں جب جنگ و جدل اور حرب و جزیہ کی جگہ جہاد کی دوسری شکلیں قائم ہو گئیں تو جہاد و قتال کے تقاضے اور پیمانے بدل گئے۔ جہاد بالسّیف کی جگہ جہاد کی دوسری شکل جہاد بالقلم نے لے لی۔ عیسائی مناد اور آریہ پنڈت، اسلام، قرآن اور حضرت نبی کریم ﷺ کے خلاف زہریلا لٹریچر پھیلانے لگے۔ حضرت مسیح موعودؑ خود بھی شب و روز اس جہاد میں مصروف تھے اور آپ نے اپنے اخص رُفقاء کو بھی اسی میدانِ جنگ میں اُتارا۔ ان دنوں میں یہ ایک قسم کی روایت تھی کہ مبائعین روحانی فیض حاصل کرنے کیلئے اپنے مُرشدوں سے کوئی مجاہدہ تجویز کرنے کی استدعا کرتے تھے۔ حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ نے حضرت اقدسؑ سے بھی اسی قسم کی درخواست کی۔ حضرت مولانا کی زبانی اس جہاد کی ابتدائی روئیداد سنیئے:

''میں جب حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کی مریدی میں کیا مجاہدہ کرنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کی محبت میں ترقی ہو۔ آپ نے فرمایا کہ میں یہ مجاہدہ بتاتا ہوں کہ آپ عیسائیوں کے مقابلہ میں ایک کتاب لکھیں۔ مجھ کو عیسائی مذہب سے واقفیت نہ تھی۔ ان کے اعتراضوں کی بھی خبر نہ تھی۔''

(مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین مرتبہ اکبر شاہ خان نجیب آبادی صفحہ 166)

خدائے علیم و خبیر نے حضرت مولانا نورالدین صاحب کو نہ صرف یہ کتاب بلکہ دشمنانِ اسلام کے اعتراضات کے ردّ میں کئی کتابیں لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس حوالے سے ملفوظات میں بعض معلومات درج ہیں:

''حضرت مولانا نے عیسائیت کے ردّ میں ''فصل الخطاب المقدمۃ اہل الکتاب'' تحریر فرمائی (تعداد صفحات 428) یہ کتاب 2 جلدوں میں ہے۔ اس کے بعد حضورؑ کے ارشاد پر آپ نے پنڈت لیکھرام اور دوسرے آریوں کے اعتراضات کے ردّ میں ''تصدیق براہین احمدیہ'' رقم فرمائی (صفحات 212) حضرت مولانا کا یہ قول بھی بڑا اہم ہے ''ان ہر دو مجاہدوں میں مجھے بڑے بڑے فائدے ہوئے۔''

(ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد دوم صفحہ304)

عبدالغفور نامی ایک بدقسمت مسلمان نے مرتد ہو کر اپنا نام دھرم پال رکھ لیا۔ اس کے اعتراضات کا ردّ حضرت مولانا نورالدین نے اپنی کتاب ''نورالدین'' میں تحریر فرمایا (تعداد صفحات 256)۔

غرض ان دونوں حضرات کو اپنے اپنے رنگ میں جہاد کی توفیق ملی۔ حضرت ابو بکرؓ کو فولاد کی شمشیر کے ساتھ اور مولانا نورالدین صاحب کو قلم کی تلوار کے ساتھ ع

سیف کا کام قلم سے ہے دکھایا ہم نے

5۔ سفر وحضر میں آقا کی معیّت ومشایعت

کسی بھی نبی، رسول اور مامور کا اُٹھنا، بیٹھنا، چلنا پھرنا، کھانا پینا اور سفر وحضر سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا اور منشاء کے مطابق ہوتا ہے اور اُس کے ساتھ حرکت وسکون کرنے والے رفقاء بھی برکات وحسنات سے حصہ پاتے ہیں۔حضور ﷺ نے بعثت سے قبل تجارتی اغراض ومقاصد کیلئے سفر کئے مگر ہم یہاں بعثت کے بعد سفروں کی بات کرر ہے ہیں۔مثلاً

☆ وہ سفر جو حضورؐ نے دفاعی جہاد کیلئے اختیار فرمائے (بدر،احد،خیبر، حنین،تبوک وغیرہ)

☆ وہ سفر جو حج وعمرہ وغیرہ عبادات کے لئے کئے (حدیبیہ،عمرہ اور حجۃ الوداع)

☆ وہ سفر جو تبلیغ اور اتمام حجت کے لئے کئے گئے (سفرِ طائف)

☆ وہ سفر بھی خاص اہمیت کے حامل ہیں جن پر حضورؐ نے کسی صحابیؓ کو خاص فرائض کی سرانجام دہی کیلئے روانہ فرمایا۔

یہ سفر بنیادی طور پر دواقسام میں تقسیم کئے جاسکتے ہیں۔

(i) وہ سفر جن میں حضرت نبی کریم ﷺ بنفسِ نفیس شریک ہوئے۔

(ii) وہ سفر جن میں حضورؐ خود تو شریک سفر نہ تھے مگر کسی رفیق یا صحابی نے حضورؐ کے حکم کی تعمیل میں وہ سفر کیا۔

حضرت ابو بکر صدیق ؓ کو دونوں قسم کے سفر کرنے کا اعزاز حاصل ہؤا۔البتہ ایک آدھ سفر ایسا بھی ہے جس میں وہ حضرت نبی کریم ﷺ کے ہمراہ نہ جا سکے۔ بعینہٖ ہمیں یہی کیفیت حضرت مولانا نورالدینؓ کے احوال میں نظر آتی ہے۔انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ سفر کرنے کا اعزاز حاصل ہؤا۔بعض ایسے سفر بھی ہیں جو انہوں نے حضورؑ کے ارشاد کی تعمیل میں کئے اور چند ایک سفر ایسے بھی ہیں جن میں وہ حضورؑ کے ساتھ شریک سفر نہ ہو سکے۔ہم مثالیں دے کر اس مشابہت کو نمایاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق ؓ

تمام غزوات میں حضرت ابو بکرؓ کی حضور ﷺ کی معیّت میں شمولیت کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔حضرت ابو بکرؓ حدیبیہ، اگلے سال عمرہ اور پھر حجۃ الوداع کے سفر میں بھی حضورؐ کے ساتھ تھے۔صلح حدیبیہ پر منتج ہونے والا سفر، دراصل عمرہ کیلئے اختیار کیا گیا تھا مگر کُفارِ مکّہ اس کی تکمیل میں مزاحم ہوئے۔سفرِ طائف حضرت رسالت مآبؐ کا ایک اہم تبلیغی سفر تھا جس میں حضرت ابو بکرؓ ساتھ نہیں تھے۔یہ شرف حضرت زید بن حارثہ کو حاصل ہؤا۔ہجرتِ مدینہ کا تاریخی سفر تو وہ سفر ہے جس نے نہ صرف یہ کہ اسلام کی تاریخ کو بدل ڈالا بلکہ ہجری تقویم کا آغاز اسی سفر سے وابستہ ہے۔حضرت ابو بکرؓ اس سفر کے رفیق تھے۔9ہجری میں حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو امیر الحج بنا کر مکّہ بھجوایا۔اسی موقعہ پر حضورؐ نے حضرت علیؓ کو سورہ توبہ کی ابتدائی 40 آیات بطور ''اعلانِ برأت'' پڑھنے کا حکم دیا۔

حضرت مولانا نورالدین صاحب ؓ

حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کئی اہم سفروں میں رفاقت کا شرف حاصل ہؤا۔1892 میں عیسائیوں کے ساتھ 15 دن تک امرتسر میں مذہبی مباحثہ ہؤا جو بعد میں ''جنگِ مقدس'' کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہؤا۔حضرت مولانا اس سفر میں حضورؑ کے ہمراہ تھے۔ 30 ستمبر 1895 ' حضورؑ دس صحابہ کے ہمراہ ڈیرہ بابا نانک جا کر گورو بابا نانک صاحب کا چولہ دیکھنے کیلئے تشریف لے گئے۔حضرت مولانا نورالدینؓ بھی اس قافلہ میں شامل تھے۔ 1897 میں گورداسپور اور ملتان کے سفر، جنوری 1899 میں پٹھانکوٹ اور دھاریوال، جنوری 1901 گورداسپور کا سفر (مقدمہ دیوار) اکتوبر،نومبر 1904 سفرِ سیالکوٹ،نومبر 1905 سفر لدھیانہ، ان تمام سفروں میں حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کو حضورؑ کی معیّت کا شرف حاصل ہؤا۔

مندرجہ ذیل سفر حضرت مولانا نے حضورؑ کے حکم پر اختیار کئے اور مفوضہ فرائض کی سرانجام دہی کے بعد واپس تشریف لائے۔

اگست 1894 سفر بہاولپور، 1896،

نومبر 1898، سفر مالیر کوٹلہ،

2 تا 5 دسمبر 1907 سفر لاہور (مذہبی کانفرنس میں شمولیت کیلئے)۔

بعض ایسے سفر بھی تھے جن میں حضرت مولانا حضرت مسیح موعودؑ کے ہمراہ نہ جا سکے۔ مگر حضورؑ کا حکم موصول ہونے پر بلا تاخیر حاضر خدمت ہو گئے۔ اکتوبر 1905 دہلی کا سفر، یہ وہ سفر ہے جس کیلئے تار موصول ہوتے ہی حضرت مولانا اسی وقت مطب سے اُٹھ کر اسی حالت میں دہلی کیلئے روانہ ہو گئے کہ جیب میں کرایہ کی رقم بھی نہ تھی! حضورؑ کی زندگی کا آخری سفر لاہور 27 اپریل 1908، جلد بعد حضورؑ کے حکم پر لاہور تشریف لے آئے۔

6۔خلافتِ اُولیٰ کا شرف

غالبًا یہ شرف ان دونوں حضرات کی سب سے بڑی اور اہم مشابہت ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کو صحابہ کرام سب سے ممتاز خادمِ اسلام اور محبِّ رسولؐ سمجھتے تھے مگر حضرت ان مناقب وفضائل کے باوجود انتہائی منکسر المزاج تھے اور خود کو منصبِ خلافت کا اہل نہیں سمجھتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچ کر جہاں انصار امرِ خلافت کا فیصلہ کرنے کیلئے جمع تھے، حضرت عمرؓ اور حضور ابوعبیدہؓ بن الجراح کا نام بیعت کیلئے پیش کیا مگر ان دونوں بزرگوں نے حضرت ابو بکرؓ کا ہاتھ تھام کر بیعت پر اصرار کیا۔ باقی لوگ بھی بیعت کیلئے ٹوٹ پڑے۔ اگلے روز بیعتِ عامہ ہوئی۔ اور حضرت نبی کریم ﷺ کے جسدِ انور کی تدفین سے قبل سب کا آپ کی خلافت پر اتفاق ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو مشکلات پر قابو پانے اور تمام فتنوں کا سدِّ باب کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اسی طرح اول المبائعین کو اسلام کو مستحکم کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

یہی سیناریو ہمیں حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کی ذات میں نظر آتا ہے۔ آپ کو علم و فضل، تقویٰ وطہارت، اطاعتِ مسیح موعودؑ اور خدماتِ سلسلہ کی وجہ سے جماعت کا برگزیدہ سمجھا جاتا تھا۔ مگر حضرت ابو بکرؓ کی طرح آپ بھی اس بوجھ کو اُٹھانے کے لئے آمادہ نظر نہیں آتے تھے۔ سلسلہ عالیہ کے ایک عظیم عالم، حضرت سیّد محمد احسن صاحب امروہی نے، جنہیں حضرت اقدس علیہ السلام نے حدیث میں مذکور دو فرشتوں میں سے ایک فرشتہ قرار دیا تھا، حضرت مسیح موعودؑ کی خدمات کے بعد حضرت مولانا سے وفورِ جذبات میں عرض کیا۔ ''اَنْتَ صِدِّیْقِیْ''، یعنی مجھے آپ پر حضرت ابو بکرؓ کی طرح ذمہ داریوں کا بوجھ پڑتا نظر آتا ہے مگر حضرت مولانا نے انہیں خاموش رہنے کی تلقین کی۔

(حیاتِ نور مصنفہ عبدالقادر سوداگر مل صفحہ 327, 328)

قادیان میں جماعت کے نمائندگان نے زبانی التجا کے علاوہ تحریری درخواست بھی پیش کی مگر آپؓ نے منصبِ خلافت کے لئے صاحبزادہ مرزا محمود احمدؓ حضرت میر ناصر نواب صاحب، حضرت نواب محمد علی خان صاحب، حضرت مولوی محمد احسن صاحب، اور دوسرے مخلص خدام سلسلہ کے نام پیش کئے مگر جماعت نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور حضرت مسیح موعودؑ کی تدفین سے قبل رسالہ الوصیت میں مندرج پیش گوئی کے مطابق قدرتِ ثانیہ کی برکت سے متحد اور یک جان ہو گئی۔ یہاں بھی اوّل المبائعین کو یہ شرف حاصل ہوا۔

7۔اخلاق ومناقب میں مشابہت

جس طرح ایک ہیرے کا ہر پہلو چمکتا ہے اس طرح حضرت ابو بکرؓ کی سیرت کے مختلف پہلو جگمگا رہے ہیں۔ خشیت الٰہی، عشقِ رسولؐ، انکسار، محبتِ قرآن، سخاوت، ایثار، جذبہء خدمتِ خلق اور بہت سی خوبیاں نمایاں ہیں۔ حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کی سیرت بھی ہمیں انہی صفاتِ حسنہ سے مزیّن نظر آتی ہے۔ یہ ایک شق بذاتِ خود ایک مقالہ بن سکتی ہے مگر میں نے اسے اختصار سے سمیٹنے کا ایک راستہ ڈھونڈا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تحریرات میں ان دونوں حضرات کے اوصافِ حمیدہ کا ذکر فرمایا ہے۔ اس کی ایک جھلک ہی کافی ہوگی۔ حضرت اقدسؑ جیسا سلطان القلم اور ذکر دو ایسی ممدوح شخصیات کا جن کے درمیان تیرہ صدیوں کا فاصلہ حائل ہے۔ اور لطف یہ کہ یہ ذکر اُن کتابوں میں درج ہے جو مختلف اوقات میں لکھی گئیں۔ اگر اُن کی سیرت وکردار اور اخلاق وفضائل میں تواردو اشتراک ہے تو یہ آسمانی مصوّر کے حُسنِ تخلیق کی معجز نمائی ہے!

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی عربی تصنیف ''سِرّ الخلافۃ'' میں حضرت ابو بکرؓ کی بعض خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے خاص طور پر ان صفاتِ حسنہ کو نمایاں کیا ہے۔ حلم، شفقت ورحمت، انکسار، کثرت سے عفو درگزر کو کام میں لانے کی خُو، محبتِ رسولؐ، فہمِ قرآن، توکل علی اللہ۔

(روحانی خزائن جلد7 صفحہ 355)

خلیفۃ الرسولؐ ہونے کی حیثیت سے حضرت ابوبکرؓ کو ''ظلِّ رسولؐ'' قرار دیا ہے۔ سورۃ النساء کی آیت 70 سے استنباط کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ آیہء کریمہ میں حکمت الٰہیہ نے ''صدیقین'' کو ''نبیین'' کے قریب تر رکھا ہے۔ اس کے ساتھ ہی حضورؑ نے یہ نکتہ بھی بیان فرمایا ہے کہ حضرت رسول کریمﷺ نے تمام صحابہ کرام میں سے 'صدیق' کا خطاب یا لقب صرف حضرت ابوبکرؓ کو عطا فرمایا جو اُن کے مراتبِ کمال کا ثبوت ہے۔

(ایضاً صفحہ 357)

حضورؑ نے آئینہ کمالاتِ اسلام کے عربی حصہ ''التبلیغ'' اور ایک دوسری عربی تصنیف ''حمامۃ البشریٰ'' میں مولانا نورالدین صاحبؓ کا تعارف کروایا ہے۔ ان کتابوں میں کم وبیش متذکرہ بالا صفات ہی کا ذکر فرمایا ہے۔

آئینہ کمالاتِ اسلام میں:

حلم، توکل علی اللہ، ربِّ جلیل کی کتاب (قرآن کریم) کے اسرار کا علم، قرآن مجید کے دقائق اور معارف کے استخراج کے حوالے سے آپ کو ''فخر المسلمین'' قرار دیا ہے۔

(روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 584)

حمامۃ البشریٰ میں:

ایثار اور انقطاع میں عظیم شخص، رقیق القلب، حلیم الطبع، دقیق النظر، عمیق الفکر، اسلام کے مقاصد کیلئے بے دریغ مال خرچ کرنے والا، حضرت نبی کریمﷺ کے دین کیلئے جان قربان کرنے کا متمنی، ان صفاتِ حسنہ کے ذکر کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کی ذات میں ایک ''صدیق'' عطا کرنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا ہے۔

(روحانی خزائن جلد 7صفحات 180, 181)

8۔ خوشنودی اور محبت کی نعمتِ عظمیٰ

یوں لگتا ہے کہ محبت ان حضرات کے خمیر میں ودیعت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ عشقِ رسولؐ ان کی سیرت کا ایک نمایاں عنصر ترکیبی تھا۔

حضرت رسول اکرمﷺ کی وفات کا سانحہ صحابہ کے لئے ایک زلزلہ سے کم نہ تھا۔ وہ غم سے دیوانہ ہوگئے۔ حضرت عمرؓ نے تو وارفتگی میں تلوار سونت لی۔ مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ہوش وحواس قائم رکھے اور حجرۂ نبوی میں حاضر ہوکر حضورؐ کی پیشانی پر بوسہ دے کر اپنی لازوال محبت کی تجدید کی۔ یہی منظر ہمیں لاہور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حجرۂ وفات میں نظر آتا ہے۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب نے اپنے محبوب آقا کی پیشانی پر محبت وعقیدت کا بوسہ ثبت کیا اور توفیق صبر کے لئے دعا میں مصروف رہے۔

حضرت نبی کریمﷺ کی محبت سے سب صحابہ فیضیاب ہورہے تھے مگر سب جانتے تھے کہ ابوبکرؓ حضورؐ کو سب سے زیادہ عزیز ومحبوب ہیں۔ حضرت عمرو بن العاص نے ایک مرتبہ حضورﷺ سے اس قسم کا سوال پوچھا۔

اَیُّ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَیْکَ قَالَ عَآئِشَۃُ فَقُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ فَقَالَ اَبُوْھَا

(اے اللہ کے رسولؐ! سب لوگوں میں آپ کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟ فرمایا عائشہ سے۔ پوچھا کہ مردوں میں سے؟ فرمایا اُن کے والد یعنی ابو بکرؓ سے)

(صحیح بخاری مترجم' کتاب المناقب' حدیث نمبر 867 جلد دوم صفحہ 425'
ناشر جہانگیر بُک ڈپو۔ لاہور)

حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ اپنی خدمات اور حسنات کی وجہ سے حضرت مسیح موعودؑ کو بہت پیارے تھے۔ حضورؑ نے ان کی اطاعت کا کیا ہی عجیب نقشہ کھینچا ہے۔ ''مولوی نورالدین صاحب اس طرح میری پیروی کرتے ہیں جس طرح انسان کی نبض اُس کے دل کی حرکت کے پیچھے چلتی ہے''

(بحوالہ حیات نور صفحہ 6)

حضرت اقدسؑ انہیں بڑی محبت اور قدر ومنزلت سے دیکھتے تھے۔ حضورؑ کا یہ شعر اس حقیقت کا ترجمان ہے ؎

چہ خُوش بودے اگر ہر یک زاُمّت نورِدیں بُودے
ہمیں بُودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقین بُودے

حریم قدس کی اس شمع ہدایت کے ہزاروں پروانے تھے۔ کئی عشاق اپنے اپنے امصار واوطان سے ہجرت کرکے امام الزمانؑ کے در پر دُھونی رمانے آبیٹھے۔

حضرت اقدسؑ نے انہیں ''اصحابِ صُفّہ'' کہہ کر یاد فرمایا۔ اس حوالے سے اوّلیت کا مقام ''اخویم مولوی حکیم نور الدین صاحب'' کو دیا جو حضورؑ کی محبت کا عکّاس ہے۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 23صفحہ 234, 235)

حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ میں کبھی کبھار اس بات پر گفتگو ہوتی کہ حضورؑ کو سب سے زیادہ محبوب مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ ہیں یا مولوی حکیم نور الدین صاحبؓ؟ اس حوالہ سے صحابہ کے دو گروہ تھے۔ بعض کا میلان حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی طرف تھا۔ دوسرا فریق حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ کا طرفدار تھا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب خود کو ''نور الدینیوں'' میں شمار کرتے تھے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ کی وفات کے تقریباً دو سال بعد 1907 میں حضرت مولوی نور الدین صاحب بیمار پڑ گئے اور مرض نے طول کھینچا۔ حضرت اقدسؑ ان کی بیماری سے متفکر تھے۔ اس کے بعد کا واقعہ حضرت ملک غلام فرید صاحب کی روایت میں ملاحظہ فرمایئے:

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فکرمندی کو دیکھ کر حضرت اماں جانؓ بھی آ کر حضورؑ کے پاس بیٹھ گئیں۔ اور جیسے کوئی تسلی دیتا ہے اس طرح آپ نے حضور سے کلام کرنا شروع کر دیا کہ جماعت کے بڑے بڑے عالم فوت ہو رہے ہیں۔ مولوی برہان الدین صاحب جہلمیؓ فوت ہو گئے۔ مولوی عبدالکریم صاحبؓ بھی فوت ہو گئے۔ خدا تعالیٰ مولوی صاحب کو صحت دے۔ حضرت اماں جان کی یہ باتیں سُن کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہ شخص ہزار عبدالکریم کے برابر ہے''۔

(بحوالہ حیاتِ نُور صفحہ 299)

9۔ کلامِ الٰہی اور بشاراتِ ربّانی میں ذکر

مُفسّرین نے شانِ نزول بیان کرتے ہوئے بعض آیات کا حضرت ابوبکرؓ سے تعلق واضح کیا ہے۔ مندرجہ ذیل 2 آیات خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں:

1۔ حضرت نبی کریم ﷺ کی ہجرتِ مدینہ، تاریخ اسلام کا ایک اہم واقعہ ہے۔ حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ غارِ ثور میں پناہ لی۔ مشرکینِ مکہ تلاش میں غار کے مُنہ تک پہنچ گئے۔ غار کے اندر کُفار کی گفتگو سُنی جا سکتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کی طبعی فکرمندی پر حضورؐ کی طرف سے تسلّی دینے کا ذکر قرآن مجید میں محفوظ فرمایا ہے:

ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ۔

(سورۃ توبہ آیت40)

اس آیت میں ''مَعَنَا'' میں حضورؐ اور ابوبکرؓ شامل ہیں۔ قرآن مجید میں حضورؐ کی شان میں وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (سورۃ المائدہ:68) کی گارنٹی بھی موجود ہے۔ تین خلفائے راشدین شہید کر دیئے گئے مگر حضرت ابوبکرؓ کے حق میں حفاظت کا یہ وعدہ اس رنگ میں بھی پورا ہوا۔

2۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ پر منافقین کی تُہمت کی قرآنی تردید کے بعد، حضرت ابوبکرؓ نے اس فتنہ میں مُلوّث ایک قریبی عزیز، مسطح بن اثاثہ کی مالی امداد بند کر دینے کی قسم کھائی۔ مسطح نے مکّہ سے ہجرت بھی کی تھی اور جنگ بدر میں شامل ہونے کا موقع بھی ملا تھا۔ یہ بھی بعید نہیں کہ عبداللہ بن اُبَیّ کی اس سازش میں مُلوّث ہو جانے پر اُنہیں بعد میں دلی ندامت بھی ہوئی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور میں مندرجہ ذیل آیت نازل فرمائی:

وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ یُّؤْتُوْٓا اُولِی الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

(سورۃ النور: 23)

اور تم میں سے صاحبِ فضیلت اور صاحب توفیق اپنے قریبیوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہ دینے کی قسم نہ کھائیں۔ پس چاہیئے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے ہو کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے اپنا ارادہ بدل لیا اور حسبِ معمول مسطح کی مالی اور مادی امداد جاری رکھی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حق میں حضورؐ کی بعض بشارات کُتب احادیث و سیر میں محفوظ ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ کا اسمِ گرامی عشرہ مبشرہ صحابہؓ میں شامل ہے۔ صحیح

بخاری کی کتاب المناقب میں حدیث نمبر 876 میں بھی بَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔یعنی اُن کی آمد پر حضورؐ نے ابوموسیٰ اشعریؓ سے فرمایا کہ ابوبکرؓ کو جنّتی ہونے کی خوشخبری سنادو۔

(صحیح بخاری جلد دوم صفحہ430)

حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات میں ہمیں حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کا ذکر ملتا ہے۔چند مثالیں پیش ہیں۔

1۔ حضورؓ کی ہجرتِ قادیان کے بارے میں الہام

لَا تَصْبُوَنَّ اِلَی الْوَطَنْ ۔ فِیْهِ تُهَانُ وَ تُمْتَحَنُ

(فٹ نوٹ تذکرہ صفحہ 190)

2۔ 6جنوری 1905 کوحضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی بیماری سے صحت یابی کیلئے حضورؑ کی دُعا کے حوالے سے یہ الہام درج ہے:

اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِشِفَاءٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۔

(تذکرہ صفحہ 440)

3۔ 5اپریل 1893 کی تاریخ کے تحت حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کے متعلق ایک اورالہام کاذکر ان الفاظ میں درج ہے:

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللهِ

(بحوالہ جیبی بیاض حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ، تذکرہ صفحہ 653)

بشاراتِ ربّانی میں ذکر: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے بیٹے عبدالحیٰ کی ولادت کے متعلق بشارت دی گئی جسے حضورؑ نے اپنی تصنیف انوارالاسلام کے صفحہ 26 پر درج فرمایا۔اس حوالہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے فرمایا:

''میرالڑکاعبدالحیٰ آیتُ اللہ ہے۔''

(تذکرہ صفحہ 213)

تذکرہ کے صفحہ 355 پر 1902 کے تحت حضرت مولوی نورالدین صاحب کی صحت یابی کے لئے دُعا کاذکر یوں درج ہے:

''میں نے دعا کی کہ بدوں دوا کے شفا دے تو پھر اِذن ہوا کہ ہم نے شفا دی اور شفا ہوگئی۔''

(تذکرہ صفحہ 355)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ خود بھی صاحب الہام بزرگ تھے۔حضورؓ کے متعدد الہامات ''حیاتِ نور'' کے صفحہ 696 پر درج ہیں۔

10۔ تدفین میں قربت

حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حضرت نبی کریم ﷺ کی زندگی میں حضورؐ کا قُرب میسّر رہا۔عمر بھر پیارے آقا کی خوشنودی کی سعادت نصیب رہی۔آقائے نامدارؐ کی خدمت اور نصرت کے مواقع ملے۔حضورؐ کی وفات کے بعد آپ ہی کو خلیفۃ الرسولؐ کا اعزاز حاصل ہوا۔حضرت ابوبکرؓ کی وفات پر خلیفہء ثانی حضرت عمرؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور انہیں حضورؐ کے مزارِ اقدس کے قریب دفن کیا گیا۔

(خلفائے راشدین، شاہ معین الدین احمدندوی صفحہ 55)

یہی خصوصیات ہمیں حضرت مسیح موعودؑ کے خلیفہء اوّل میں نظر آتی ہیں۔14 مارچ 1914 کو حضرت مولانا نورالدین صاحب کی نمازِ جنازہ خلیفۃ المسیح الثانی، حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب نے پڑھائی اور حضورؓ کے جسدِ خاکی کو بہشتی مقبرہ قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

(حیاتِ نور، صفحہ 748ایڈیشن 2003)

مندرجہ بالا نکات کے علاوہ بعض اور مشابہتیں بھی ہیں جن کا مضمون کی طوالت کے پیشِ نظر اختصار سے ذکر کیا جارہا ہے۔

11۔ زوجہء مرحومہ کے لئے خصوصی دُعا

حضرت ابوبکرؓ نے ایک سے زائد نکاح کئے۔حضرتؓ کی پہلی اہلیہ قتیلہ نے چونکہ اسلام قبول نہیں کیا تھا،اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے اُنہیں طلاق دے دی۔یہی خاتون عبداللہ اور اسماء کی والدہ تھیں۔جب یہ خاتون، اپنی بیٹی سے ملنے آئیں تو حضورؐ نے اسماءؓ کو اپنی مشرکہ والدہ سے حُسنِ سلوک کی نصیحت فرمائی تھی۔دوسری اہلیہ، اُمّ رومان نے ابتدائی دَور ہی میں اسلام قبول کرلیا تھا۔حضرت عائشہؓ اور عبدالرحمٰن اسی مُقدّس خاتون کے بطن سے تھے۔حضرت رسول کریم ﷺ کی

وفات سے 4 سال قبل (628 میں) اُمّ رومان کا مدینہ میں انتقال ہوگیا۔ حضورؐ نے بنفسِ نفیس اُن کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور تدفین کے وقت فرمایا:

''اگر کسی نے جنّت کی حُور کو دیکھنا ہو تو وہ اُمّ رُومان کو دیکھ لے۔''

(Hadhrat Abu Bakar Siddique' مصنفہ مسعودالحسن' ناشر کتاب بھون دھلی صفحہ 275 ایڈیشن 2004)

حضرت ابو بکرؓ کی دوسری دو ازواج' اسماء بنت عمیس اور حبیبہ بنتِ خارجہ' حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد کافی عرصہ زندہ رہیں۔ حضرت اُمِّ رُومانؓ کے بارے میں حضورؐ کے مندرجہ بالا ارشاد سے اُن کے اعلیٰ روحانی مقام کا علم ہوتا ہے۔ نیز یہ بیان حُورانِ بہشتی کی ماہیت کے بارے میں ادراک و معرفت میں بھی مُمد ہے۔

حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کی حرم اوّل' حضرت فاطمہ بنتِ شیخ مکرم قریشی نعمانی مخلص احمدی تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اُن کے ایمان و اخلاص کی بہت قدر فرماتے تھے۔

ازراہِ قدر دانی حضورؑ نے اپنے صاحبزادے مرزا بشیر احمد صاحب کو اُن کا بیٹا بنایا ہوا تھا۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جنازہ پڑھانے کیلئے وعدہ لیا ہوا تھا۔ حضرت مولانا نورالدین صاحب سے 37 سالہ رفاقت کے بعد' اس پارسا خاتون کا 28 جولائی 1905 میں انتقال ہوا۔ حضرت اقدسؑ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اس نمازِ جنازہ کی اس خصوصیت کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے کہ حضورؑ

''بڑی دیر تک نمازِ جنازہ میں دعا کرتے رہے''

(ملفوظات جلد7 صفحہ396)

جنازہ کے بعد حضرت اقدسؑ کے یہ ریمارکس بھی ملاحظہ فرمایئے:

''وہ مجھے کہا کرتی تھیں کہ میرا جنازہ آپ پڑھائیں اور میں نے دل میں پختہ وعدہ کیا ہوا تھا کہ کیسا ہی بارش یا آندھی وغیرہ کا بھی وقت ہو میں اُن کا جنازہ پڑھاؤں گا۔ آج اللہ تعالیٰ نے ایسا موقع دیا کہ طبیعت بھی درست تھی اور وقت بھی صاف مُیسّر آیا اور میں نے خود جنازہ پڑھایا۔''

(حیاتِ نُور صفحہ 283)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی دوسری اہلیہ' حضرت اماں جی' صغریٰ بیگم صاحبہؓ' خلافتِ ثانیہ میں' 7 اگست 1955 کو 84 سال کی عمر میں فوت ہوئیں اور بہشتی مقبرہ کی چار دیواری میں مدفون ہوئیں۔

12۔ رشتۂ مُصاہرت

حضرت نبی کریم ﷺ کی محبوب حرم' حضرت عائشہ صدیقہؓ' حضرت ابو بکر صدیقؓ کی لختِ جگر تھیں۔ جبریل امین نے ریشم کے ایک پارچہ پر حضرت عائشہؓ کی تصویر دکھا کر بتایا کہ یہ آپ کی دُنیا اور آخرت کی بیوی ہیں۔ مدینہ میں شوال 2 ہجری میں' حضرت عائشہؓ کی رُخصتی عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں غیر معمولی ذہانت اور علمی استعداد سے نوازا تھا۔ 9 سالہ رفاقت میں، انہوں نے حضور ﷺ سے بہت کچھ سیکھا۔ حضرت اُمّ المؤمنین حضورؐ کی وفات کے بعد 48 سال حیات رہیں' اور اُمّہ ان کے علم و فضل سے مستفید ہوئی اور اب تک ہو رہی ہے۔ خاص طور پر صحابیات اور خواتین کی تعلیم و تربیت کیلئے اُنہیں ایک نمایاں کردار ادا کرنے کا موقع ملا۔ اُن کی استعداد اور اہلیت کے پیش نظر حضورؐ نے فرمایا تھا کہ آدھا دین عائشہؓ سے سیکھو!

حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کی یہ دلی آرزو تھی کہ اُن کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے خُونی رشتہ بھی قائم ہو جائے۔ حضرت مولاناؓ کی وفات کے بعد' ان کی یہ پاک خواہش اس رنگ میں پوری ہوئی کہ اُن کی صاحبزادی' سیّدہ امۃ الحیّ صاحبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے عقد میں آئیں اور اُن کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کو اولاد بھی عطا فرمائی۔ اس بابرکت اولاد میں سے دو' صاحبزادی امۃ القیوم بیگم صاحبہ اور صاحبزادی امۃ الرشید بیگم صاحبہ امریکہ میں مقیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی صحت و عمر میں برکت ڈالے، آمین۔

حضرت مصلح موعودؓ کو الہام الٰہی میں حسن و احسان میں حضرت مسیح موعودؑ کا نظیر اور مثیل کہا گیا ہے۔ احادیث میں مسیح موعود کے دمشق کے منارۂ بیضاء کے قریب اترنے کا ذکر پایا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضورؑ کے خلفاء میں سے کسی ایک خلیفہ کی ذات میں پیش گوئی پوری ہوگی۔

(حمامۃُ البشریٰ' روحانی خزائن جلد7 صفحہ225)

یہ پیش گوئی 1924 میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے سفرِ دمشق کے دوران پوری ہوئی۔ اس واقعہ سے بھی حضورؓ کا مثیل اور نظیر ہونا ثابت ہوگیا۔ لہٰذا اس نکاح کی غیر معمولی اہمیت ہے۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی صاحبزادی حضرت مسیح موعودؑ کی بہو کی حیثیت سے ''خواتین مبارکہ'' کے زُمرہ

میں شامل ہوگئیں۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ حضرت سیّدہ امتہ الحیٔ صاحبہ کا لجنہ اماء اللہ کے قیام میں خاص کردار ہے۔ احمدی خواتین کی علمی اور تنظیمی ترقی کیلئے اُن کی خدمات تاریخی اہمیت کی حامل ہیں۔ امتہ الحیٔ لائبریری کو اُن کی عظیم خدمات کا خراجِ تحسین سمجھا جاتا ہے۔ قرآن مجید اور دینی علوم کی محبت اُنہیں اپنے والدِ بزرگوار سے خون میں ملی تھی۔ حضرت مولاناؓ کی وفات کے تیسرے دن اُنہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں عریضہ لکھ کر اپنے مرحوم والد کی یہ وصیت پہنچائی کہ خواتین میں درس قرآن جاری کیا جائے۔

(حیاتِ نُور صفحہ 402)

حضرت سیدہ امتہ الحیٔ صاحبہ کا 1924 میں انتقال ہوگیا۔ وہ بہشتی مقبرہ قادیان میں حضرت اقدسؑ کے قدموں میں آسودۂ لحد ہیں۔ میں اُن کے وجود کو بھی اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ کی روحانیت کا ایک فیض اور پرتَو سمجھتا ہوں۔

13۔ موزونیت طبع

عرب معاشرے میں، دورِ جاہلیت میں بھی موزونیت طبع یعنی شاعرانہ استعداد کے حامل شخص کو خاص قدر و منزلت سے دیکھا جاتا تھا۔ یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کو شعرائے عرب کے بے شمار اشعار یاد تھے جنہیں برجستگی سے چسپاں کرنے کا ملکہ بھی حاصل تھا۔ یہ بات صرف خواص ہی جانتے ہیں کہ وہ خود بھی ایک قادرالکلام شاعر تھے۔ جناب عبدالشکور فاروقی نے، حضرت ابوبکرؓ کی شاعری کے حوالے سے اپنی تحقیق کا خلاصہ ان الفاظ میں پیش کیا ہے:

''فنِ شعر میں اچھی مہارت تھی۔ نہایت فصیح و بلیغ تھے۔ مگر اسلام کے بعد شعر کہنا چھوڑ دیا تھا۔''

(خلفائے راشدین صفحہ 24 ایڈیشن ناشر، دارالاشاعت کراچی 1994)

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ، دونوں شخصیات کی علمی زندگی کا یہ پہلو زیادہ نمایاں نہیں ہو سکا۔ موزونیت طبع کی استعداد دونوں بزرگانِ دین کو ودیعت ہوئی تھی مگر اس طرف ان حضرات نے زیادہ توجہ منعطف نہیں کی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربی تصنیف ''کرامات الصادقین'' چار عربی قصائد کے علاوہ سورۃ الفاتحہ کی تفسیر پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کا 25 اشعار پر مشتمل ایک عربی قصیدہ بھی ہے جس میں حضورؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اکتسابِ فیض کا ذکر کیا ہے۔

(صفحات 151 تا 153)

آخری شعر میں مجدّدِ زماں کی بعثت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں ؎

وآخر دعوانا ان الحمد کلّہ
لربّ رحیم بعث فینا مجددا

(روحانی خزائن جلد 7 کرامات الصادقین صفحہ 153)

14۔ اُمّہ اور خلافت کے استحکام کیلئے مساعی

دَورِ اوّلین میں، حضرت نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد، حضرت ابوبکرؓ کو اُمّت کے اتحاد و استحکام کیلئے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ دیگر داخلی اور خارجی خطروں کے علاوہ اُنہیں منکرینِ زکوٰۃ اور مُدعیانِ نبوت کے فتنوں کا سدِّ باب کرنے کی بھی توفیق ملی۔ یہ سب فتنے مرکزی حکومت کے خلاف کھلی کھلی بغاوت کی شکلیں تھیں۔ غیر مسلم مؤرخین نے بھی حضرت ابوبکرؓ کو اُن کی گرانقدر خدماتِ اسلامی پر خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اہل الرائے صحابہ کرامؓ کے مشورہ سے اپنی آخری علالت میں حضرت عمر بن خطاب کو اپنا جانشین تجویز کیا جس کی عام مسلمانوں نے بھی تائید کی۔ حضرت عمرؓ کا 10 سالہ عہد، خلافت راشدہ کا بہترین دور ثابت ہوا۔ اس عہد میں اسلامی مملکت مضبوط بنیادوں پر استوار ہوگئی۔ اُن کے بعد اگر نوجوان نسل سبائی سازشوں کے خلاف، خلافتِ راشدہ کی صحیح رنگ میں حفاظت کرتی تو آج تاریخ عالم کا نقشہ ہی مختلف ہوتا!

دورِ آخرین میں حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد، مخالفین اور ناقدین کا یہی خیال تھا کہ جماعت احمدیہ اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکے گی مگر خلافت کی برکت سے جماعت کا اتحاد اور ترقی کا سفر برقرار رہا۔ حضورؑ کی وفات کے معًا بعد تو داخلی فتنوں نے سر نہیں اُٹھایا مگر کچھ عرصہ بعد جماعت کے بعض سرکردہ لیڈروں نے عقائد و نظریات میں ترمیم و تجدید کا مسئلہ کھڑا کر دیا۔ اور کچھ عرصہ بعد منصبِ خلافت کے خاتمے کی مہم چلائی گئی جس کا حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاولؓ نے بڑی قوت اور شجاعت سے مقابلہ کیا اور اپنے قول اور فعل نیز

تقریر وتلقین سے خلافت کے استحکام اور دوام کیلئے ٹھوس کام کیا۔ اس محنت کا نتیجہ یہ نکلا کہ 1914 میں حضورؓ کی وفات کے بعد جب اس فتنہ نے پوری شدّت سے سر اُٹھایا تو جماعت کی بھاری اکثریت نے نظامِ خلافت کو برقرار رکھنے کا فیصلہ کیا۔ جماعت احمدیہ کی آیندہ نسلیں اس محنت، کاوش اور اَحسن تربیت کیلئے ہمیشہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی زیرِ بارِ احسان رہیں گی۔

15۔قرآن کریم کا حفظ، محبت اور خدمت

حضرت ابوبکرصدیقؓ حافظِ قرآن تھے۔امام النوویؒ نے اپنی تصنیف ''تہذیب'' میں حضرت ابوبکرؓ کو حافظ قرآن صحابہ کی فہرست میں شمار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کی لفظی اور معنوی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے (سورۃ الحجر:10)۔ حضرت ابوبکرؓ کو قرآن مجید کے متن کی حفاظت کی اس رنگ میں توفیق ملی کہ مسیلمہ کذّاب سے جنگ کے دوران بہت سے قرآء کے شہید ہوجانے کے بعد اُنہیں حضرت عمرؓ کے اصرار پر قرآن مجید کے مکمل متن کو بین الدفتین جمع کرنے کی توفیق ملی۔ یہ نسخہ موازنہ اور نقل کی ضروریات کیلئے حضرت ابوبکرؓ کی تحویل میں رہا اور اُن کی وفات کے بعد حضرت عمر کے پاس اور بعد ازاں حضرت ام المؤمنین حفصہؓ کو منتقل ہوا۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ سے لے کر اس کی نقول تیار کر وا کر اسلامی مملکت کے مراکز کو بھجوائیں۔ان میں سے 2 نقول آج بھی محفوظ ہیں۔

حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ بھی حافظ قرآن تھے بلکہ یہ بھی ایک عجیب اتفاق ہے کہ آپؓ کے باپ دادا، پڑدادا تیرہ اجداد کو تسلسل کے ساتھ حفظ قرآن کی توفیق ملتی رہی۔قرآن مجید کے علوم معارف کی اشاعت اور ترویج کیلئے جو جوش اور جذبہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کو ودیعت کیا گیا اُس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ذرا اس قول پر غور فرمایئے:

''خُدا تعالیٰ مجھے بہشت اور حشر میں نعمتیں دے تو سب سے پہلے قرآن شریف مانگوں گا تا کہ حشر کے میدان میں بھی قرآن شریف پڑھوں اور پڑھاؤں اور سنوں۔''

(تذکرۃ المھدی حصہ اوّل صفحہ 175 بحوالہ الفضل ربوہ 12 جنوری 2007 صفحہ 6)

پھر عشقِ قرآن کی یہ کیفیت بھی دیکھنے کے لائق ہے:

''قرآن شریف کے ساتھ مجھے اس قدر محبت ہے کہ بعض اوقات تو حروف کے گول دوائر مجھے زُلفِ محبوب نظر آتے ہیں اور میرے مُنہ سے قرآن کا ایک دریا رواں ہو جاتا ہے۔''

(بدر قادیان 19 اکتوبر 1911 صفحہ 3 بحوالہ الفضل ربوہ 24 مئی 2007 صفحہ 5)

بھیرہ، جموں، قادیان، جہاں بھی مقیم رہے آپؓ نے درس قرآن کا اہتمام فرمایا۔قادیان میں آپ کے درس قرآن کے نوٹس شاگرد اور اخباروں کے ڈائری نویس محفوظ کرتے رہے۔ یہ مطبوعہ نوٹس قرآن مجید کے معارف کا ایک بے بہا خزانہ ہیں۔ جماعتِ احمدیہ کا اس سے فیضیاب ہونا ایک طبعی امر تھا۔ جناب ابوالکلام آزاد اور مولانا عبیداللہ سندھی کی وساطت سے اُمت مسلمہ کے علمی طبقات پر بھی ان حقائق ومعارف کی پھوار پڑی ہے۔

انتخابِ خلافت کے بعد، 27 مئی 1908 کو اپنی پہلی تقریر میں آپ نے متعدد اہم امور پر اظہار خیال کیا۔حضرت نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد، حضرت ابوبکرؓ اور صحابہ کرامؓ کی خدمات جلیلہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''نبی کریم ﷺ کے بعد ابوبکرؓ کے زمانے میں صحابہ کرام کو بہت سی مساعی جمیلہ کرنی پڑیں۔سب سے اہم کام جو کیا وہ جمع قرآن ہے۔اب موجودہ صورت میں جمع یہ ہے کہ اس پر عمل درآمد کرنے کی طرف خاص توجہ ہو۔''

(حیاتِ نُور صفحہ 334)

اس مقصد کے پیشِ نظر آپ نے قرآن مجید کی تعلیم وتدریس کو ایک اضافی شرطِ بیعت قرار دیا۔اُسی تاریخی خطاب میں فرمایا:

''وہ بیعت کی دس شرائط بدستور قائم ہیں۔ان میں خصوصیت سے قرآن کو سیکھنے اور زکوٰۃ کا انتظام کرنے، واعظین بہم پہنچانے اور ان امور کو جو وقتاً فوقتاً اللہ میرے دل میں ڈالے شامل کرتا ہوں۔''

(حیاتِ نُور صفحہ 334-335)

یہ چند مشابہتیں پیشِ خدمت ہیں۔مزید ریسرچ سے ان میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ یُوں لگتا ہے کہ دُنیائے رُوحانیت کی دو مُستاوی الساقین مُثلثیں (Isosceles Triangles) مُنطبق ہوگئی ہیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

روئیداد سالانہ مشاعرہ

بر موقع جلسہ سالانہ امریکہ یکم ستمبر 2007

صادق باجوہ

Mid Atlantic Association for Literature Appreciation (MALLA) کے زیرِ انتظام گزشتہ سال کی طرح امسال بھی جلسہ سالانہ کے دوسرے دن ایک مشاعرے کا اہتمام کیا گیا۔ MALLA میری لینڈ، فلاڈلفیا، واشنگٹن ڈی سی اور ورجینیا میں بسنے والے شعروادب سے دلچسپی رکھنے والوں کی ایک غیر رسمی تنظیم ہے جو تشنگان شعروسخن کیلئے باقاعدگی سے ادبی اور شعری نشستوں کا اہتمام کرنے کے ساتھ ساتھ نوجوان اور نووارداِن ادب کی حوصلہ افزائی بھی کرتی ہے۔

اس تقریبِ مشاعرہ میں جناب پروفیسر پرویز پروازی صاحب جو اردو ادب کی جانی پہچانی اور معروف و نامور شخصیت ہیں مہمان خصوصی تھے جن کی شمولیت کے سبب یہ تقریب خاص اہمیت کی حامل تھی۔ حسبِ سابق اس مرتبہ بھی ہمیں افسر جلسہ سالانہ اور MTA ٹیم کی معاونت حاصل رہی۔ MALLA نے واشنگٹن میٹروپولیٹن میں رہائش پذیر کچھ غیر از جماعت شعراء کو بھی مدعو کیا تھا۔ یہ باوقار تقریب Dulles Expo Center میں واقع Holiday Inn کے خوبصورت، کشادہ اور آرام دہ کانفرنس ہالز میں منعقد ہوئی۔ جماعت احمدیہ کی روایات کے مطابق خواتین کے لئے علیحدہ ہال تھا جہاں ٹی وی مانیٹر پر مشاعرے کی کاروائی دکھانے کا انتظام تھا۔ مرد حضرات کے لئے 120 نشستوں کا انتظام تھا جبکہ خواتین کے ہال میں 55 کرسیاں رکھی گئی تھیں۔ مردانہ حصے میں اسٹیج کے سامنے زمین پر بیٹھنے کا بھی انتظام تھا۔ صدارت کے فرائض میری لینڈ کے معروف شاعر جناب باقر زیدی کے سپرد ہوئے جو پاک و ہند کے علاوہ شمالی امریکہ کے ادبی حلقوں میں بھی بہت مقبول ہیں۔ نظامت کی ذمہ داری حسبِ سابق MALLA کے جناب عدنان احمد نے سنبھالی۔ اس محفلِ مشاعرہ میں مہمانِ خصوصی کے علاوہ مندرجہ ذیل شعراء کرام نے اپنے کلام سے حاضرین کو محظوظ کر کے دادوتحسین حاصل کی۔

اطہر نوید (کینیڈا)، اکرم ثاقب (واشنگٹن ڈی سی)، سید فہیم شاہ اور کرامت گردیزی (ورجینیا)، محمد ظفر اللہ، حافظ سمیع اللہ، اکرم محمود اور میر مقبول احمد (نیوجرسی)، مبشر احمد (شکاگو) اور ناصر جمیل، اظہر زمان، ڈاکٹر آغا شاہد، صادق باجوہ (میری لینڈ)۔ شائقین اور سامعین کے ذوق وشوق کا اندازہ کرسیوں اور فرشی نشستوں کے علاوہ کاریڈور میں مسلسل کھڑے ہو کر سننے سے لگایا جا سکتا ہے جنہوں نے نظم وضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے کھڑے رہنا بھی گوارا کیا اور آخری لمحہ تک شعراء کو سنا اور محظوظ ہوئے۔ یہ محفل رات سوا نو بجے تلاوتِ قرآن مجید سے شروع ہو کر بارہ بجے صدرِ محفلِ مشاعرہ کے کلام پر اختتام پذیر ہوئی۔ حاضرین نے منتظمین مالا کی اس کاوش کو خوب سراہا، شعراء کرام کا شکریہ ادا کیا اور توقع ظاہر کی کہ یہ سلسلہ ہر سال جاری رہے گا۔

بہت سے احباب نے آئندہ دستِ تعاون بڑھانے پر آمادگی بھی ظاہر کی۔ کچھ شعراء کے منتخب اشعار قارئین کی نذر ہیں:

اطہر نوید۔کینیڈا -

زمانہ آج تک سمجھا نہیں یہ رمز آفاقی
ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

صاحبزادی امتہ الرشید بیگم صاحبہ کا کلام ملک مجیب الرحمان صاحب نے پڑھ کر سنایا۔

چل دیا خود تو وہ سویروں میں
میں بھٹکتی رہی اندھیروں میں

اکرم ثاقب ۔واشنگٹن ڈی سی: ۔

آنکھیں تجھ کو دیکھ کر خوشبو ہوئیں دل ہمارے مسکرائیں خواب میں
میرے دل کی بجھتی لو مجھ کو مجھ میں سونے دے

اظہر زمان ۔میری لینڈ: ۔

ہر راہ پہ پہرا ہے پکڑا نہ کہیں جاؤں
ماتھے پہ لکھا جرمِ وفا کیسے چھپے گا

سید فہیم شاہ۔ورجینیا:۔ ۔

کس کی خاطر ٹوٹ گیا ہے تارے نے کیا دیکھ لیا ہے
میری آنکھ کے آنسو سے وہ قوسِ قزح کو دیکھ رہا ہے

صادق باجوہ۔میری لینڈ:۔ ۔

سمیٹ لائے ہیں تنکے وہ آشیانے میں بکھر گئے تھے ہواؤں سے جو زمانے میں
طلب ہے تیری پہ دستِ طلب نہیں اُٹھتا بخیل مجھ سا نہ ہوگا کوئی زمانے میں

اکرم محمود ۔نیو جرسی:۔ ۔

بس اک چراغ ہے اور ساتھ ایک مشکیزہ سفر کی رات میں اسباب مختصر میرا
بکھر گیا ہوں میں ہر سمت مثلِ موجِ صبا نہ جانے گزرے کہاں سے وہ بے خبر میرا

کرامت گردیزی۔ورجینیا:۔ ۔

دل کو اپنی ہر تمنا ہے عزیز کس کو چھوڑے کس کو اپنائے کوئی
ان ترقی پذیر ملکوں کو اپنی اپنی انائیں لے ڈوبیں

پروفیسرپرویزپروازی۔کینیڈا: ۔

حسرت یہ تھی کہ ان کی گلی میں رہے یہ خاک ہم خاک ہو گئے تو ہوا تیز ہو گئی
زخم خنجر کا نہ تھا چاک جگر تھا کوئی بخیہ گر ہار گئے زخم کو سیتے سیتے

آخر میں صدر مشاعرہ جناب باقر زیدی صاحب کی طویل حمدیہ نظم پر یہ تقریب اختتام کو پہنچی۔حمد کے دو اشعار ہدیہ قارئین ہیں۔

حد نہیں جس کی ایسا بےحد ہے۔نام محبوب کا محمدؐ ہے
جب ہر اک آس ٹوٹ جاتی ہے۔تب اسی کی تو یاد آتی ہے

اس یادگار تقریبِ مشاعرہ کو اردو اخبار پاکستان جرنل کے نمائندے جناب زاہد حسین نے بہت عمدگی اور تفصیل سے تصاویر کے ساتھ اپنے 14 ستمبر 2007 کے اخبار میں کوریج دیا۔اخبار کے پہلے صفحہ پر مشاعرے کی خبر اور تصویر ہے اور صفحہ نمبر 13 سامعین اور شعراء کی تصاویر اور ان کے اشعار سے مزین ہے۔

ناقابلِ فراموش سانحہ

سندس ظہیر باجوہ دُختر محترم ڈاکٹر ظہیر احمد باجوہ نائب امیر امریکہ وفات پا گئیں

صادق باجوہ

30 نومبر 2007 بروز جمعۃ المبارک صبح ساڑھے سات بجے ایک مرگِ ناگہانی کی خبر امریکہ بھر میں بسنے والے احمدیوں کیلئے ایک ناقابلِ فراموش سانحہ بن کر ابھری۔ محترم ڈاکٹر ظہیر احمد باجوہ نائب امیر امریکہ اور محترمہ خالدہ باجوہ کی بڑی بیٹی سندس ظہیر باجوہ مختصر سی علالت کے بعد اپنے پیارے والدین، چھوٹی بہن مناہل، عزیز و اقارب اور بہت سے چاہنے والے احمدیوں کو سوگوار چھوڑ کر مالکِ حقیقی کے حضور حاضر ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

جس نے بھی سُنا دم بخود ہوا اور دل مسوس کر رہ گیا۔ وہ جواں سال جس کی شادی کی تیاریاں عروج پر تھیں' عروسی جوڑا پہننے کی بجائے کسی اور ہی لباس میں ملبوس ہوکر پیوندِ زمین بن گئی۔ مرحومہ بے شمار خوبیوں کی مالک اور نیک فطرت تھی۔ لجنہ اماء اللہ واشنگٹن ڈی۔سی۔ کی نائب سیکریٹری ناصرات بھی تھی۔ صرف تیرہ دن قبل 17 نومبر کو حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بیت الفضل لندن میں محترم ڈاکٹر احسان اللہ ظفر صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ امریکہ کے بھتیجے' عمران ظفر صاحب آف لاہور سے عزیزہ کے نکاح کا اعلان فرمایا۔ 2 جنوری 2008 سندس کی شادی کی تاریخ تھی۔

باغ میں 'سندس' خوشی کا پھول تھی
چُن لیا مالک نے اپنے واسطے
غمزدہ افسردہ سب کو چھوڑ کر
پا گئی باغِ عدن کے راستے

محترم باجوہ صاحب کی رہائش گاہ واقع فضل مسجد واشنگٹن ڈی سی میں دُور و نزدیک سے آنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ بیت الرحمٰن سلور سپرنگ میری لینڈ میں 2 دسمبر بروز اتوار بعد نماز ظہر نمازِ جنازہ محترم ڈاکٹر احسان اللہ ظفر امیر جماعت ہائے احمدیہ امریکہ نے پڑھائی۔ کثیر تعداد میں کینیڈا اور امریکہ بھر سے آنے والے مرد و زن نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے۔ محترم فلاح الدین شمس صاحب نے اس موقع پر آنے والے غیر از جماعت احباب کے ازدیادِ علم کیلئے اسلامی جنازہ کے طریق اور مفہوم پر مختصر تقریر کی۔ اسی دن تدفین مقبرۃ السلام سائیکس وِل میری لینڈ میں ہوئی جہاں بارش کے باوجود بے شمار احباب پہنچے۔ تدفین کے بعد محترم امیر صاحب نے دعا کروائی۔

اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند کرے اور مرحومہ کے والدین، بہن اور تمام عزیز و اقارب کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا کرے اور اپنی جناب سے اس عظیم صدمہ کو برداشت کرنے کی ہمت اور حوصلہ عطا فرمائے۔ آمین یا ارحم الراحمین۔